امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان
ماہنامہ شریعت
جلد 9 اکتوبر 2020ء بمطابق صفر المظفر 1442ھ ق شمارہ 8
کابل صدارتی محل میں
امن سبوتاژ کرنے والا حلقہ
بین الافغانی مذاکرات اور کابل ادارے کے
سربراہان کے زہریلے بیانات
مذاکرات سلام افغانستان
د افغانستان د سولې مذاکرات
مذاکرات صلح افغانستان
Afghanistan Peace Negotiations
ترقی کے نام پر انیس سالہ جرائم کا دفاع
انٹرا افغان ڈائیلاگ کے لیے طالبان امریکا معاہدہ کیوں بنیاد ہو؟
جمہوریت کے نام پر دو عشروں کے مظالم
مولانا جلال الدین حقانی نابغہ روز گار شخصیت

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن عائشة أنها قالت ما خُيّر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بين أمرين إلا اختار أيسرهما ما لم يكن إثما فإذا كان اثما كان ابعد الناس منه و ما انتقم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لنفسه الا ان تنتهک حرمة اللّٰه فينتقم للّٰه عزوجل (الادب المفرد- حسن الخلق - ص ٤٢)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ **صلی اللہ علیہ وسلم** کو کبھی بھی دو کاموں کے درمیان اختیار نہیں دیا گیا مگر یہ کہ آپ دونوں میں سے آسان تر کام کو پسند فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ اگر گناہ کی صورت ہوتی تو آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے دور رہتے۔ رسول اللہ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے اپنی ذات کیلئے کبھی بدلہ نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت (حدود) توڑی جائیں تو اس وقت آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے انتقام لینے کیلئے آمادہ ہو جاتے۔"

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۹/ اکتوبر ۲۰۲۰/ صفر ۱۴۴۲ / شمارہ ۸

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

بین الافغانی مذاکرات اور کابل ادارے کے سربراہان کے زہریلے بیانات	2
بین الافغان مذاکرات کا آغاز! توقعات اور خدشات	3
بین الافغان مذاکرات کے افتتاحی اجلاس سے ملا برادر اخوند کا خطاب	6
شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم صاحب کے خطاب کا متن	7
ڈاکٹر محمد نعیم وردگ کی الامارہ ویب سائٹ سے خصوصی گفتگو	9
امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم میں خواتین کیوں نہیں ہیں؟	11
بین الافغانی مذاکرات کے لیے مقرر کردہ ٹیم کے اراکین کا تعارف	12
کابل صدارتی محل میں امن سبوتاژ کرنے والا حلقہ	19
بین الافغانی مذاکرات میں میڈیا پر عائد پابندیاں	20
ترقی کے نام پر انیس سالہ جرائم کا دفاع	21
ڈاکٹر محمد نعیم وردگ کی افغان نجی ٹی وی سے تازہ ترین گفتگو کے چند اہم نکات	23
انٹرافغان ڈائیلاگ کے لیے طالبان امریکا معاہدہ کیوں بنیاد ہو؟	24
بین الافغانی مذاکرات: پس چہ باید کرد	25
بین الافغان مذاکرات اور ایوانِ صدر سے ہرزہ سرائیاں	26
جمہوریت کے نام پر دو عشروں کے مظالم	28
ملا برادر کی تصویر پر خواجہ آصف کی ٹویٹ	32
مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والے عناصر اور افغانوں کی ذمہ داری	33
بین الافغانی مذاکرات اور کچھ منفی تجزیے	35
حقانی صاحب کی چند یادیں	36
شیخ حقانی صاحب کی ادبی خدمات	39
سچا حقانی اور حقانیت کا مینار	41
جلال الدین حقانی نابغہ روزگار شخصیت	42
ایک تکلیف دہ معاہدہ اور مظلوم فلسطینی	45
جنگی جرائم ستمبر 2020	48
افغانستان ستمبر 2020 میں	50

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.alemarahurdu.com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

WhatsApp: 0093708638285

اداریہ!

بین الافغانی مذاکرات اور کابل ادارے کے سربراہان کے زہریلے بیانات

تمام انسان فطری طور پر آزادی پسند ہیں لیکن اس کی بہترین قدردانی وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ناجائز قبضوں کے نقصانات کا مشاہدہ کیا ہو، جنہوں نے آزادی کی حصول کے لئے تحریک چلائے ہوں اور اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہوں۔

تاریخ گواہ ہے کہ قبضہ کی غرض سے کئی بڑی بڑی غاصب قوتوں نے افغانستان پر حملے کیے ہیں لیکن الحمدللہ سب کو منہ کی کھانی پڑی ہے، افغانوں نے ایک بھی غاصب کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا اور اللہ تعالی کے فضل واحسان سے اور اپنی قربانیوں کی بدولت ہر غاصب کو شکست فاش دی ہے، اس لئے افغان قوم آزادی کی قیمت دوسروں کے بہ نسبت بہتر جانتے ہیں، وہ آزادی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار رہتے ہیں اور آزادی چھن جانے پر انہیں دکھ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

2001 میں امریکی قیادت میں انسانی تاریخ کی سب سے بڑی فوجی اتحاد نے افغانستان پر حملہ کیا جس سے افغان قوم کو یقینا غم اور دکھ پہنچا لیکن افغان قوم ناامید نہیں تھی اور نہ ہی اس بڑی قوت اور ان کے جنگی وسائل سے مرغوب تھی اس لئے اپنے انتہائی کمزور وسائل کے ساتھ اس بڑی قوت کے مقابلے میں نکل آئی۔ تو جہاد جیسے اہم فریضے سے پیچھے نہ ہٹنا اور دشمن کے مقابلے میں نکل آنا ہی اصل کامیابی تھی۔

امیر المومنین رحمہ اللہ اور دیگر جہادی رہنما دنیا کے اس بڑی فوجی اتحاد اور جدید جنگی طیاروں، اسلحہ اور جنگی وسائل سے غافل نہیں تھے بلکہ ان سب چیزوں سے خوب واقف تھے اور یہ بات خوب جانتے تھے کہ امارت اسلامیہ مادی طور پر اس طاقت کے ہم پلہ نہیں ہے لیکن امارت اسلامیہ کے رہنماوں اور عام مجاہدین کے نزد اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی، اہم بات یہ تھی کہ قابضین نے ہمارے ملک پر قبضہ کیا ہے، ہمارے نظام کو تہس نہس کیا ہے، ہزاروں لوگوں کو شہید اور قید کر دیا ہے اس لئے ہم پر جہاد فرض ہے اور آرام سے بیٹھ جانے کا کوئی جواز نہیں۔

اس جہاد کا نتیجہ کیا ہوگا؟ جہاد کامیاب ہوگا؟ اہداف کا حصول ممکن ہوگا؟ دشمن کو شکست ہوگی؟ اور قبضہ ختم ہوگا یا نہیں؟ یہ اور اس جیسے دیگر سوالات ایسے سوالات تھے جس کا جواب دینے کے لئے ہم خود کو مکلف نہیں سمجھ رہے تھے۔ ہم مکلف تھے تو صرف جہاد کے، جہاد کے نتائج پر نہیں۔

جی بالکل ہم نتائج کے مکلف نہیں تھے لیکن ہمیں یقین تھا کہ ہمارا جہاد کامیاب ہوگا، دشمن کو شکست ہوگی، یہ ہمارے درویش امیر المومنین رحمہ اللہ کی زبان سے نکلی ہوئی بات اور ہر مجاہد کے دل کی آواز تھی۔

مسلمانان عالم کی امیدوں کے عین مطابق اللہ تعالی نے اس مقدس جہاد اور اس جہاد میں دی جانے والی بڑی بڑی قربانیوں پر نتائج مرتب کیے، مجاہدین دن بہ دن مضبوط ہوتے گئے اور دشمن پر کاری ضربیں لگانے کی وجہ سے دشمن کی شکست یقینی دکھائی دینے لگی یہاں تک کہ وہ دن بھی آگیا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اپنی شکست کا برملا اعتراف کیا اور پرامن طریقے سے افغانستان سے نکل جانے کے لئے امارت اسلامیہ سے مذاکرات کی پیشکش کر دی۔

چونکہ دشمن کی جانب سے صلح کی پیشکش پر صلح کی طرف میلان کا اظہار اللہ تعالی کا حکم ہے اس لئے امارت اسلامیہ نے امریکہ کی اس پیشکش کو رد نہیں کیا اور اندرونی مشاورت کے بعد اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے عملی مذاکرات کا فیصلہ کر لیا۔

دنیا کا خیال تھا کہ امریکی تجربہ کار کھلاڑی بڑی اسانی کے ساتھ طالبان رہنماؤں کو ورغلالیں گے اور انہیں اپنے مطالبات سے دستبردار کر لیں گے لیکن دنیا نے طالبان رہنماؤں کی سمجھداری اور دوراندیشی کو مان لیا۔ اللہ تعالی کی مدد ونصرت ان کے شامل حال رہی اور تقریبا 18 ماہ تک انہوں نے اس امریکی تجربہ کار مذاکراتی ٹیم کو مصروف رکھا اور ان سے وہی مطالبات تسلیم کروائے جو امارت اسلامیہ ان سے منوانا چاہتی تھی دس بیس نہیں بلکہ اپنے پورے پانچ ہزار قیدیوں کو رہا کروایا اور امریکہ نے افغانستان سے اپنی فوج نکالنے کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے ارادے کا اظہار بھی کیا۔

مذاکرات کے لئے مقرر کردہ تاریخ سے پہلے نیشنل اور انٹرنیشنل میڈیا پر اس حوالے سے بڑے زور وشور سے تبصرے جاری تھے، بعض کو تو یہ اعتبار بھی نہیں تھا کہ امارت اسلامیہ کئے گئے فیصلوں کے مطابق ملک بھر میں جنگ کو کم کرنے کے فیصلہ پر عمل درامد کر سکیں گے، لیکن جب اس فیصلے پر عمل کرنے کا وقت آیا تو ان لوگوں کی غلطی ثابت ہوگئی اور افغان عوام سمیت دنیا بھر کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ اس موقع پر پورے افغانستان میں امارت اسلامیہ کے حکم کی معمولی سی خلاف ورزی بھی نہیں کی گئی۔ پوری دنیا پر واضح ہوگیا کہ امارت اسلامیہ کی قیادت اپنی جہادی صفوں پر مکمل کنٹرول رکھتی ہے۔ جسے دیکھتے ہوئے امارت اسلامیہ پر اعتماد میں اضافہ بھی ہوا اور ناسمجھ تبصرہ نگاروں کی پیشینگوئیاں بھی غلط ثابت ہوگئیں۔

لیکن پھر بھی شیطانی حلقوں، اقتدار اور مادیات کے بھوکوں کو افغان قوم کی اس بڑی کامیابی کو دیکھنا گوارہ نہیں تھا انہوں نے پوری کوشش کی کہ افغان قوم ان تاریخی لمحات کو دیکھنے سے محروم رہے۔

لیکن خوش قسمتی سے افغانستان میں ایک روشن سحر کا طلوع ہونا یقینی تھا اس لئے کوئی بھی اس کے طلوع میں حائل ورکاوٹ نہ بن سکا اور 29 فروری 2020 کو دنیا کی تاریخ میں افغانستان اور افغانوں کا ایک بڑا کارنامہ ظہور پذیر ہوا۔ اور افغانستان سے امریکی فوج کا انخلاء اور ناجائز قبضہ ختم کرنے کا معاہدہ ہوا۔

اس معاہدے کے دس دن بعد چاہئے تھا کہ پانچ ہزار قیدی رہا کر دیئے جاتے اور بین الافغانی مذاکرات شروع ہوتے لیکن کابل ادارے میں براجمان اقتدار کے بھوکوں نے قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں اور اسے عملی ہونے میں دیر لگاتے رہے، انہوں نے پوری کوشش کی اس مرحلے کو ناکام بنائیں لیکن امارت اسلامیہ کی اپنے کئے گئے وعدوں کی پاسداری، عوام کے شدید مطالبے اور بیرونی دباؤ کی وجہ سے ان کی پیدا کردہ رکاوٹیں ختم ہوگئیں اور بین الافغانی مذاکرات شروع ہوگئے۔ یہ افغان عوام کے لئے ایک بڑی خوشی اور امید کا باعث ہے کہ افغانستان میں چالیس سالہ لڑائی ختم ہو کر یہاں امن وامان کی فضاء قائم ہو جائے گی۔

لیکن اشرف غنی کے ادارے کے سربراہان اپنی اقتدار اور مادی فوائد کا حصول صرف لڑائی میں ہی ممکن سمجھتے ہیں اس لئے وہ اب بھی ان مذاکرات میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش میں ہیں، جس کی واضح دلیل اشرف غنی کے دو معاونین سرور دانش اور امر اللہ صالح کی تعصب پر مبنی اور جنگ کو ہوا دینے والی تازہ ترین گفتگو ہے۔

اشرف غنی اور کابل ادارے کے دیگر اہلکاروں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اب مزید جھوٹ بول کر قوم کو ورغلایا نہیں جاسکتا اور نہ ہی ایسی چالیں چل کر زیادہ دیر حکومت میں رہا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی بیرونی دنیا کی نظروں میں کوئی قیمت حاصل ہو پائے گی۔ ملک میں امن وامان کی فضا کا قیام یقینی ہے۔ ان شاءاللہ، چند غلام افراد اپنی حکومت واقتدار کے لئے اس کا راستہ نہیں روک پائیں گے۔

جب امریکہ اور اس کے اتحادی یہاں اپنے اہداف کو حاصل نہیں کر سکے اور دوحہ معاہدہ پر مجبور ہو گئے تو ان کی عدم موجودگی میں ان کے کاسہ لیس کس طرح سے افغان قوم کی مرضی کے خلاف اپنی ناجائز حکومت جاری رکھ سکیں گے؟ اور کیسے ملک میں امن وامان کی فضا برقرار رکھنے میں رکاوٹ بن سکیں گے؟

عالمی مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر کابل ادارے نے جاری اس سیاسی اور عسکری حالات کا درست ادراک نہیں کیا اور پرامن طریقے سے مسئلہ حل کرنے کی جانب توجہ نہ دی تو ایک بڑی رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا ان کا مقدر ہے۔

بین الافغان مذاکرات کا آغاز! توقعات اور خدشات

ابو ظہیر

چھ ماہ کی تاخیر کے بعد 12 ستمبر کو قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ اور فریق مخالف کی مذاکراتی ٹیموں کے درمیان بین الافغان مذاکرات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

افتتاحی تقریب میں امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب اور قطر دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر اخوند کی سربراہی میں امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے ممبران اور سیاسی دفتر کے ارکان کے علاوہ کابل سے آئے ہوئے مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور مذاکراتی ٹیم کے ممبران، امریکی وزیر خارجہ مائیک پامپو، امریکی محکمہ خارجہ کے خصوصی ایلچی زلمے خلیل زاد اور قطر کے وزیر خارجہ اور دیگر ممالک کے اعلی حکام نے شرکت کی۔

واضح رہے کہ بین الافغان مذاکرات کے دوران شیخ الحدیث مولوی عبد الحکیم حقانی امارت اسلامیہ کی 21 رکنی مذاکراتی ٹیم کی قیادت کریں گے جب کہ معصوم ستانکزئی مقابل ٹیم کی قیادت کریں گے۔

قطری وزیر خارجہ اور نائب وزیر اعظم سلطان بن سعد المریخی کے افتتاحی کلمات کے علاوہ امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے ملا عبدالغنی برادر اور فریق مقابل کی جانب سے ڈاکٹر عبد اللہ اور اس کے علاوہ امریکی وزیر خارجہ مائک پومپیو نے تقریب سے خطاب کیا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی نائب ملا برادر اخوند نے اپنی جامع تقریر میں امن کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی اور دیرپا امن کے قیام پر زور دیا۔ انہوں نے افغان عوام اور دنیا کو بھی یقین دہانی کرائی کہ امارت اسلامیہ ملک میں امن لانے کے لئے کلیدی کردار ادا کرے گی اور بین الافغان مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے پوری کوشش کرے گی۔

فریق مخالف کی جانب سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد اللہ نے جنگ بندی کا مطالبہ کیا اور امن کے لئے کام کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "امریکہ اپنا نظام دوسروں پر تھوپنا نہیں چاہتا۔ فیصلہ کرنا افغانوں پر منحصر ہے اور امریکی امداد کی فراہمی کا انحصار بھی بین الافغانی مذاکرات کی کامیابی پر ہے۔"

تقاریر کے بعد امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ مولوی عبدالحکیم حقانی نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ افغانوں نے ماضی کے تلخ تجربات کا مشاہدہ کیا ہے، وہ امن مذاکرات کے دوران یہ نادر موقع ضائع نہیں کریں گے، انہوں نے کہا کہ جب ایک بار فریقین براہ راست مذاکرات شروع کردیں گے تو سیز فائر پر بھی تبادلہ خیال کیا جائے گا۔

بین الافغان مذاکرات میں کیوں تاخیر ہوئی؟

29 فروری کو امریکہ اور امارت اسلامیہ کے مابین تاریخی معاہدے کے مطابق دس مارچ کو بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہونا تھا لیکن کابل انتظامیہ کی جانب سے قیدیوں کو مقررہ وقت پر رہا نہ کرنے کے غیر مناسب سلوک کی وجہ سے بین الافغان مذاکرات میں چھ ماہ کی تاخیر ہوئی۔

لسٹ کے مطابق پانچ ہزار قیدیوں میں سے آخری چھ قیدیوں کو قطر منتقل کرنے کے بعد امارت اسلامیہ نے 10 ستمبر کو بین الافغان مذاکرات میں شرکت کرنے کا اعلان کیا۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ امریکہ اور امارت اسلامیہ کے درمیان قطر میں مذاکرات کے مختلف ادوار کے 16 ماہ بعد معاہدہ ہوا، جب کہ بین الافغان

مذاکرات کے حوالے سے تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ امریکہ طالبان مذاکرات سے بین الافغان مذاکرات زیادہ پیچیدہ ہو سکتے ہیں۔

تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ مذاکرات دونوں فریقوں کے لئے چیلینج ہیں، لہذا دونوں فریق کے لئے ضروری ہے کہ وہ افغانستان کے مستقبل کے لئے معقول تجاویز پیش کریں اور وطن عزیز میں دیر پا امن کے لئے متنازعہ معاملات کو چھیڑنے کی بجائے پہلے آسان اور مشترک امور پر مذاکرات کا آغاز کریں، نظریاتی اور سیاسی اختلافات کو پیچیدہ بنانے کے بجائے ایک دوسرے کو صبر و تحمل سے سنیں اور حقائق کے آئینے میں مسائل حل کرنے کی کوشش کریں۔

جہاں تک امارت اسلامیہ کا موقف ہے، وہ بہت واضح ہے کہ افغانستان ایک اسلامی ملک ہے اور گذشتہ چار دہائیوں سے اس کے عوام اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے جن مشکلات کو برداشت کیا گیا ہے، وہ ناقابل بیان ہے، لہذا یہ امر ضروری ہے کہ عظیم قربانیوں کے بعد جب امن مذاکرات کے دوران فریقین کسی ایجنڈے پر بحث کریں گے تو ان کے درمیان اسلامی نظام کا نفاذ "مشترکہ" ایجنڈا ہوگا۔ اور بلا چوں و چرا دونوں فریق اس پر متفق ہوں گے کیوں کہ افغان عوام اسلامی حکومت کے علاوہ کسی اور نظام پر یقین نہیں رکھتے ہیں، دونوں فریقوں کو چاہئے کہ وہ اسلامی نظام کے موضوع پر سنجیدہ بحث کریں اور اس پر بھرپور توجہ دیں۔

اس سلسلے میں امریکہ کے وزیر خارجہ مائک پومپیو کا بیان کہ امریکہ دوسرے ممالک میں اپنا نظام مسلط نہیں کرنا چاہتا، اطمینان بخش ہے، کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امریکہ نے توسیع پسندانہ عزائم کے سلسلے میں اپنا نظام دوسروں پر مسلط کرنے اور کٹھ پتلی حکومتیں قائم کرنے کی پالیسی افغانستان کے حوالے سے ترک کر دی ہے اور وہ سابقہ طرز عمل سے پیچھے ہٹ گیا ہے۔

دوسری جانب امارت اسلامیہ افغانستان کے ترجمان محترم ذبیح اللہ مجاہد نے نجی افغان ٹی وی چینل سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے سیاسی مستقبل اور نظام کے قیام کے لئے غیر ملکی مداخلت کو برداشت نہیں کیا جاسکتا، اور اسلامی نظام کی تشریح اور تعبیر افغان علماء کرام، مفکرین اور سیاسی زعماء کریں گے۔

امارت اسلامیہ نے اپنی جانب سے بین الافغان مذاکرات میں خیر سگالی کے لئے کابل انتظامیہ کے 22 فوجیوں کو رہا کیا جو خوش آئند اقدام ہے۔

مجاہد صاحب کے مطابق امارت اسلامیہ بین الافغانی مذاکرات کا عمل تیز کرنے اور اعتماد کی فضا قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ یہ عمل اپنے مطلوبہ نتائج، ملک میں پائیدار امن اور اسلامی نظام کی حکمرانی تک پہنچ سکے۔ انہوں نے فریق مقابل پر بھی زور دیا کہ وہ اعتماد کی فضا پیدا کرنے اور اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اقدامات اٹھائیں۔

تجزیہ کاروں کے مطابق امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب ملا عبدالغنی برادر اخوند کا مذاکرات کی افتتاحی تقریب سے خطاب پر مغز اور حوصلہ افزا تھا، انہوں نے مثبت اور تعمیری سوچ کے مطابق تقریر کی، ان کے پیغام کے چند چیدہ اور اہم نکات یہ ہیں۔

=امارت اسلامیہ اور امریکہ کے مابین ایک تاریخی معاہدے کے بعد افغانستان کا 40 سالہ تنازعہ ختم کرنے اور ایک اسلامی ریاست کے قیام کے لیے بین الافغانی مذاکرات کی افتتاحی تقریب میں شریک ہونے پر مجھے خوشی ہے۔

=امن کا موجودہ عمل دوحہ معاہدے پر عمل درآمد کرنے سے کامیاب ہو سکتا ہے۔

=امارت اسلامیہ نے دوحہ معاہدے میں کیے گئے وعدوں پر عمل درآمد کیا ہے۔

=نیز فریق مخالف سے مطالبہ ہے کہ وہ معاہدے میں کئے گئے تمام وعدوں کی پاسداری کرے تاکہ امن عمل آسانی سے آگے بڑھ سکے اور کسی رکاوٹ یا تاخیر کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

=میں اس تقریب میں موجود دونوں ٹیموں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے مباحثوں اور فیصلوں میں دین اسلام اور ملک کے اعلی ترین مفادات کو مد نظر رکھیں اور تنظیمی اور ذاتی مفادات کو ترجیح نہ دیں۔

=مذاکرات کے دوران مشکل مراحل آسکتے ہیں لیکن ہماری درخواست

ہے کہ صبر، حوصلہ اور تحمل کے ساتھ بات چیت کریں اور باہمی احترام کے ساتھ مذاکرات آگے بڑھائیں۔

=امارت اسلامیہ اپنی مصیبت زدہ قوم کو یقین دلاتی ہے کہ وہ بین الافغان مذاکرات کے دوران اپنی مسلم قوم کو امن، سکون اور خوشحالی دلانے کے لئے مخلصانہ جدوجہد کرے گی۔

=ہم دنیا کو بھی یقین دلاتے ہیں کہ اپنی جانب سے بین الافغان مذاکرات کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریں گے۔

=ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان ایک آزاد، خود مختار، متحد، ترقی یافتہ ملک بنے اور ایک ایسا اسلامی نظام نافذ کریں جس میں تمام براور اقوام بلا امتیاز شامل ہوں اور مکمل خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کی زندگی بسر کر سکیں۔

=ہم چاہتے ہیں کہ مستقبل میں افغانستان اپنے پڑوسیوں، خطے اور باقی دنیا کے ساتھ مثبت، باہمی احترام پر مشتمل دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔

اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر مندرجہ بالا تحریر کو حقیقت پسندانہ نظر سے پڑھے تو لفظ لفظ سے مذاکراتی عمل کی یقین دہانی کی خوشبو آتی ہے۔ امارت اسلامیہ کی قیادت اسلامی نظام اور قومی مفادات کے تحفظ کی اہمیت کو یقینی بناتی ہے، عالمی برادری اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ باہمی احترام پر مبنی تعلقات کے خواہاں ہے، اور اسلامی نظام کے سائے میں ملک کی آزادی، خود مختاری اور ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ امارت کی قیادت نے عوام سے اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے اور مذاکرات کرنے والی دونوں ٹیموں سے معاملات پر گفتگو کرنے میں صبر اور تحمل کا مطالبہ کیا ہے۔

فریق مخالف کی جانب سے ڈاکٹر عبداللہ کی تقریر کسی تعصب کے بغیر ایک کمزور اور بے سروپا تقریر تھی، جس میں امن اور بات چیت پر اعتماد کا پیغام دینے کے بجائے زیادہ تر اپنی تنظیم کے نعروں پر اکتفا کیا گیا اور ضمنی طور امن کے تاریخی عمل کا بھی ذکر کیا، یہاں تک کہ کابل انتظامیہ کے حامیوں نے بھی سوشل میڈیا پر ڈاکٹر عبداللہ کی تقریر کو غیر تسلی بخش قرار دیا جب کہ ملا برادر اخوند کی تقریر کو سراہا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا بین الافغانی مذاکرات کا جاری عمل جلد ہی کسی مثبت نتیجہ پر پہنچ جائے گا؟ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ امریکہ اور امارت اسلامیہ کے مابین 19 سال تک جاری جنگ کے بعد جب فریقین نے جنگ کے سیاسی انداز سے تصفیہ پر اتفاق کیا تو ایک سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہنے والے مذاکرات کے بعد وہ ایک نتیجہ پر پہنچ گئے۔

جہاں تک افغان فریقوں کے مابین مذاکرات کا تعلق ہے، تو اس کا دارومدار نیت پر ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک فریق بھی سیاسی تصفیہ پر یقین نہیں رکھتا تو پھر کسی بھی وقت یہ مذاکرات ناکام ہو سکتے ہیں۔ یقیناً اس ناکامی کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔

چونکہ صدارتی محل کے اندر کچھ لوگ اور جنگجو سردار جنگ کے خاتمے کے لئے اپنے ذاتی مفادات کی قربانی نہیں دینا چاہتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ برسر اقتدار رہیں گے، اس لئے وہ مسلسل جنگ کی زبان بول رہے ہیں، سیاست اور منطق کی بجائے نفرت انگیز بیانات داغ رہے ہیں، بد زبانی کر رہے ہیں، ملک میں نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ منافرت اور تعصبات کو ابھار رہے ہیں۔ شمالی صوبوں میں نئی فوجی ملیشیا تشکیل دی جارہی ہیں، اسلحہ، رقم اور گولہ بارود تقسیم کیا جارہا ہے اور کچھ ذرائع ابلاغ بھی ان کے لئے امن عمل کو درہم برہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے امریکا کے نمائندہ خصوصی زلمی خلیل زاد نے بھی ایک انٹرویو میں کہا کہ ملک کے اندر اور باہر کچھ امن دشمن حلقے موجود ہیں جو چاہتے ہیں کہ افغانستان کی موجودہ صورتحال جاری رہے لیکن ان کے مطابق وہ اقلیت ہیں۔

ایوان صدر کے اندر امن مخالف مافیا امریکی قوت کے بل بوتے پر رقص کر رہا ہے، امریکہ کو چاہئے کہ ان عناصر کی حوصلہ شکنی کرے، دوحہ معاہدے میں کئے گئے وعدوں کو بلا تاخیر پورا کرنا چاہئے۔ کیونکہ افغانستان میں امن اور استحکام امریکہ سمیت پوری دنیا کے لئے ضروری ہے۔

بین الافغان مذاکرات کے افتتاحی اجلاس سے
ملا برادر اخوند کا خطاب

الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی رسولہ المجتبی

امابعد:

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

وایضا قال اللہ تعالی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

سب سے پہلے پر وقار مجلس کے تمام شرکاء کو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امارت اسلامیہ افغانستان اور ریاستہائے متحدہ امریکا کے تاریخی معاہدے پر دستخط کے بعد 40 سالہ افغان تنازعہ کے خاتمہ اور اسلامی نظام کے قیام کی خاطر بین الافغان مذاکرات کے افتتاحی اجلاس میں شرکت کرنے پر مجھے خوشی ہے۔

امن کا موجودہ عمل دوحہ معاہدے کی مکمل پاسداری سے کامیاب ہو سکتا ہے۔

امارت اسلامیہ نے دوحہ معاہدہ میں کیے جانے والے وعدوں پر عمل کیا اور کر رہا ہے۔ نیز مخالف فریق سے بھی پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ معاہدہ میں طے شدہ وعدوں کو عملی جامہ پہنائیں، تاکہ امن عمل اچھے طریقے سے آگے بڑھ سکے اور اسے تاخیر اور رکاوٹ کا سامنا نہ ہو جائے۔

میں اس مجلس میں دونوں ٹیموں کے شرکاء سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنے مباحثوں اور فیصلوں میں دین مقدس اسلام اور ملک کے اعلی مفادات کو مد نظر رکھیں اور اس ہدف کے حصول کو گروہی، جماعتی اور ذاتی مفادات کے لیے قربان نہ کریں۔

مذاکرات کے دوران ضرور پیچیدگیاں ہونگیں، مگر ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ بحث پورے حوصلے، برداشت اور موضوعات پر دوطرفہ بہتر رویے اور سلوک کے ساتھ آگے بڑھادی جائے۔

امارت اسلامیہ اپنی مصیبت زدہ عوام کو اطمینان دلاتی ہے کہ پورے اخلاص سے بین الافغانی مذاکرات کے دوران بھرپور کوشش کرے گی کہ اپنی مسلمان ملت کے لیے امن وامان، استحکام اور پر سکون زندگی کی راہیں ہموار کرے۔

اسی طرح ہم دنیا کو اطمینان دلاتے ہیں کہ اپنی پوری قوت سے جدوجہد کریں گے، تاکہ بین الافغان مذاکرات کا نتیجہ مثبت رہے۔

ہم افغانستان کو خودمختار، مستقل، متحد، ترقی یافتہ اور آزاد ملک دیکھنا چاہتے ہیں، جہاں ایک ایسا اسلامی نظام موجود ہو، جس میں قوم کے تمام طبقات بلا تفریق شامل ہو کر آپس میں بھائی چارے کے خوشگوار ماحول میں زندگی گزاریں۔

ہم ہمسایہ ممالک، خطے اور دنیا کے ساتھ مثبت، باہمی احترام اور اچھے تعلقات پر مبنی افغانستان چاہتے ہیں۔

آخر میں میزبان ملک قطر کے محترم امیر، جناب وزیر خارجہ، حکومت اور عوام، نیز ان ممالک کا جنہوں نے ہمارے ساتھ مصالحت کے حوالے سے تعاون کیا اور کر رہے ہیں، تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

{امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب اور سیاسی دفتر کے سربراہ}

ملا عبدالغنی برادر

24 محرم الحرام ھ بمطابق 12 ستمبر 2020ء

بین الافغانی مذاکرات، مذاکراتی ٹیموں کے پہلے اجلاس سے

شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم صاحب کے خطاب کا متن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي صدق وعده، ونصر عبده و اعز جنده ، وهزم الأحزاب وحده، والصلاة والسلام على من لانبي بعده، الذي بلغ الرسالة ، و أدى الأمانة ، ونصح الأمة ، و على آله و اصحابه و من سار على دربه اجمعين.

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ {40} الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ {41}

بین الافغان مذاکراتی اجتماع کے محترم شرکاء کرام! **السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**

یہ ایک اچھی فرصت ہے کہ بڑی مشکلات اور صبر آزما مراحل کے بعد وطن عزیز کے چالیس سالہ بحران کے حل کے لیے ہم مفاہمت کی فضاء میں جمع ہوئے ہیں اور اسی کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ امارتِ اسلامیہ مفاہمت کی بنیادی کوشش کا احترام کرتے ہوئے اس بات کے لیے اپنے مضبوط عزم کا اظہار کرتی ہے کہ بیرونی جارحیت کے پیدا کردہ مسائل کو دیگر افغانی جہات کے ساتھ مشترکہ مفاہمت کے ذریعہ حل کرے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ پوری افغان قوم ایک مسلمان ملت کی حیثیت سے ایک وجود کی مانند ہے اور افغانستان سب کا مشترکہ گھر ہے۔ جو مسائل گزشتہ چار عشروں میں اس گھر کے اندر افغانوں کے درمیان پیش آئے ہیں وہ سب کچھ بیرونی غاصبین کے استعمار اور ناجائز مداخلت کی وجہ سے ہیں۔

یہ درست ہے کہ افغان قوم ایک گھرانہ کے افراد کی حیثیت سے مختلف فکری، تنظیمی اور سیاسی افکار رکھتے ہیں مگر وہ نکتہ جس پر سب افغان متفق ہیں وہ ان کی اسلامی ہویت اور ان کا اسلامی تشخص ہے جو ان سب کو ایک دائرہ میں جمع کرتا ہے۔

جارحیت کے سایہ تلے رواج پذیر بعض نامانوس مصطلحات وہ بیرونی برآمدات ہیں جو نہ تو اسلامی ڈکشنری میں جگہ رکھتے ہیں اور نہ ہی افغانوں کی مشکلات حل کر سکتی ہیں۔ لہذا! حالیہ مذاکرات میں ہماری ہر بات ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے ملک کے مسائل کے حل کے لیے ہونی چاہیے، نہ کہ بیرونی طاقتوں کو خوش کرنے کے لیے۔

امارتِ اسلامیہ اس بات کا عہد کرتی ہے کہ اسلام کے مقدس ارشادات کی رہنمائی میں بین الافغان مذاکرات کا سلسلہ آگے بڑھائے گی۔

بین الافغان مذاکرات:

بین الافغان مذاکرات میں شریک تمام جہات کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو تسلیم کرتے ہوئے، تحمل اور برداشت کے ساتھ اکٹھے ہو جائیں۔ اس روح اور جذبہ کے ساتھ مفاہمت کرنی چاہیے اور اسی بنیاد پر اپنے مصیبت زدہ ملک کے امن و آشتی کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اس ہدف تک پہنچنے کے لیے ہمارے سامنے سرخ اور ہری لکیریں رکاوٹ نہیں بنی چاہیے۔ بلکہ مسلمان کی حیثیت سے سب کے لیے اسلامی ارشادات کی تعمیل بنیادی نکتہ ہونا چاہیے جس کے بارے میں اللہ جل جلالہ قرآن کریم میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ {85}

دوسری جگہ ارشاد مبارک ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا {59}

بین الافغانی مذاکرات میں ہماری شرکت اس لیے ہے تاکہ خود مختار افغانستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے مشترک طور پر فیصلہ کریں۔ ہم نے مملکت کی آزادی اور خود مختاری کے لیے کی جانے والی مقدس مزاحمت جہاد، شہادت، زخموں اور جیلوں کی قربانیاں دے کر یہاں تک پہنچائی ہے۔ اب وقت آپہنچا ہے کہ دیگر دخیل افغانی جہات کے ساتھ مشترک طور پر ہر قسم کی بیرونی دباؤ سے آزاد ماحول میں مستقبل کے اسلامی نظام کے قیام اور وطن عزیز کی تعمیر نو اور آبادی کا سفر شروع

کریں۔

اس حوالہ سے ایک بات کی یاددہانی ضروری سمجھتاہوں!

وہ یہ کہ افغانستان کوئی مالِ غنیمت نہیں ہے کہ اس کی تقسیم میں اپنا حصہ حاصل کرنے کو ہر ایک اپنی جولیاں پھیلائے ہوئے آئے۔ بلکہ افغانستان ایک امانت ہے اور ہر فریق کو اس نیت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے کہ میں اس امانت کا کتنا بوجھ اٹھا سکتاہوں؟ ہم بین الافغان مذاکرات کو گزشتہ اندوہناک واقعات کی یاد تازہ کرنے کی نظر سے نہیں دیکھتے، بلکہ ماضی میں ناگفتہ بہ حالات سے حاصل ہونے والے سبق کی روشنی میں مستقبل کے بارے میں مشترکہ مفاہمت تک پہنچنے کی فرصت کے طور پر دیکھتے ہیں۔

کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ ہم امن نہیں چاہتے اور صرف جنگ کا ہمیں شوق ہے۔ جنگ تو ہم پر مسلط کی گئی ہے؛ کیونکہ ہمارے دین اور وطن پر جارحیت ہوئی ہے اور مسلمان قوم کی حیثیت سے یہ سب افغانوں کا شرعی فریضہ ہے کہ بیرونی جارحیت کے خلاف اپنی جان اور مال سے دین اور وطن کا دفاع کریں۔

وہ امن اور مفاہمت جو بیرونی مداخلت کا سدباب اور اسلامی نظام کی حاکمیت کا ضامن ہو ہماری اولین ترجیح ہے۔

آئندہ نظام بین الافغان مذاکرات کے طریقہ سے:

ہم افغانستان میں ایک ایسے اسلامی مرکزی اور ہمہ جہت نظام کا مطالبہ کرتے ہیں جو سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی پالیسی میں افغانستان کے اسلامی تشخص کی نمائندگی کرے۔ایسا نظام بالکل نہیں چاہتے جو دوسروں کے لیے خطرہ ہو یا دوسروں کی طرف سے اسے خطرہ ہو۔

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ افغانستان سب کا مشترکہ گھر ہے۔ اس مشترک گھر کو منظم کرنا، تعمیر کرنا، اسلامی اور ملی اقدار پر کاربند بنانا اور اس کے استقلال اور زمینی خودمختاری کا دفاع کرنا اس گھر کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔اور یہ ذمہ داری اداکرنے کے لیے میرٹ کے اصولوں پر برابر مواقع حاصل کرنے کا حق ہر افغان کو حاصل ہے۔

ہمارا جہاد اور مقابلہ اقتدار کے حصول کے لیے نہیں ہے بلکہ بیرونی جارحیت سے ملک کو آزادی دلوانے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے ہے۔اس لیے! اپنی ملت اور دنیا کو اطمینان اور یقین دہانی کراتے ہیں کہ ان دو مقاصد کے علاوہ ہمیں اپنے آپ سمیت کسی کا بھی اقتدار پر قبضہ پسند نہیں ہے اور نہ اس طرز کے خواہاں ہیں۔

بلکہ ہم ملک میں ایسے نظام کے داعی ہیں کہ ملک کے تمام شہری اپنی صلاحیتوں اور اہلیتوں کی بنیاد پر اپنے آپ کو اس میں حصہ دار بنا سکیں اور ہر ایک ملک کی تعمیر میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں اپنے جائز حقوق حاصل کرسکیں۔ہم آئندہ نظام میں اہلیت اور امانتداری کے معیار اور بنیاد پر تمام اہل وطن کے اشتراک کی حمایت کرتے ہیں اور ہر قسم کی قومی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر حصہ دینے کی مخالفت کرتے ہیں۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ افغانستان ایک آزاد ملک کی حیثیت سے عالمی معاشرہ کاایک ذمہ دار اور امن پسند رکن ہے۔ جس طرح ہم دوسروں کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ اپنی یا کسی دوسری سرزمین سے ہمارے ملک، ہماری مٹی اور قوم کے استقلال، آزادی اور امن پر حملہ آور ہو اسے خطرے میں ڈال دے، اسی طرح کسی داخلی یا خارجی سمت کو یہ بھی اجازت نہیں دیتے کہ ہماری سرزمین کو دیگر ملکوں کے امن اور فضاء خراب کرنے کے لیے محاذ یا اپنے مقابلوں کے لیے میدانِ جنگ بنادے۔

افغان قوم نے قریب نصف صدی سے پرایوں کی سیاسی اور عسکری مداخلت کا کڑوا ذائقہ چکھاہے۔اس لیے! اگر ہم ایک جانب اپنے داخلی امور میں دوسروں کی علانیہ اور خفیہ مداخلت کی مخالفت پر اصرار کرتے ہیں تو دوسری جانب دنیا کے تمام ممالک کو یہ اطمینان بھی دیتے ہیں کہ ہم کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کا ارادہ نہیں رکھتے۔

ہم دیگر ممالک کے ساتھ جائز مفادات اور دوطرفہ تعامل کی روشنی میں معمول کے مطابق آزادنہ تعلقات کے حامی ہیں اور اجازت نہیں دیتے کہ یہ رابطے دیگر ممالک کی آپسی رقابتوں اور رنجشوں سے متاثر ہوجائیں۔

امن معاہدہ کی پاسداری:

ہم اپنی جانب سے امارتِ اسلامیہ افغانستان اور امریکا کے درمیان کیے گئے معاہدہ کے پابند ہیں اور ہم نے اپنے عمل سے یہ ثابت بھی کیاہے۔امریکا اور اس کے اتحادیوں کو بھی دستخط شدہ معاہدے کے مطابق افغانستان میں اپنے عسکری اور انٹیلی اداروں کی موجودگی کا خاتمہ کرناچاہیے۔اور اپنے وعدوں کو عملی جامہ پہنانا چاہیے۔

امریکا اور دیگر تمام بیرونی ممالک ہمارے ملک کے امور میں ہر قسم کے عسکری، مالی اور مشاورتی مداخلت سے باز رہیں اور افغانوں کو چھوڑدیں کہ وہ ہر قسم کی فرمائشوں اور مداخلتوں سے بالاتر ہو کر بالکل آزاد فضاء میں جنگ کے موجودہ یا امکانی عوامل کو درمیان سے اکھیڑنے، ملک میں دائمی امن قائم کرنے اور مستقبل میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے بارے میں ایک اتفاقی تفاہم تک پہنچ جائیں۔

آخر میں تمام شرکاء کی توجہ کا شکریہ ادا کرتاہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انٹرویو: احمد اللہ وثیق

ترجمہ و ترتیب:
سید عبدالرزاق

امارت اسلامیہ قطر دفتر کے ترجمان

ڈاکٹر محمد نعیم کی الامارہ ویب سائٹ سے خصوصی گفتگو

سوال: محترم جناب ڈاکٹر محمد نعیم صاحب! آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا۔

جواب: ڈاکٹر محمد نعیم وردگ صاحب! آپ بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ امارت اسلامیہ کی آواز ملت تک پہنچانے کے لئے زحمت اٹھاتے ہیں، یہاں تشریف آوری پر آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! سب سے پہلے تو آپ یہ بتائیے گا کہ گزشتہ دن دونوں ٹیموں کے درمیان ملاقات ہوئی، آپ بتائیے ملاقات میں کیا طے ہوا؟ کس چیز پر بحث ہوئی؟

جواب: ڈاکٹر صاحب! اس سے پہلے تو دونوں ٹیموں کے رابطے کے لیے جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان کے درمیان دو نشستیں منعقد ہوئیں۔ کل پھر دونوں ٹیموں کا مشترکہ اجلاس منعقد کیا گیا، جس میں دونوں ٹیموں کے سربراہان اور تمام ارکان شریک تھے۔ اس اجلاس سے دونوں ٹیموں کے سربراہوں نے خطاب کیا۔ امارت اسلامیہ افغانستان کی طرف سے جناب شیخ عبدالحکیم حقانی صاحب جو ٹیم کے سربراہ بھی ہیں، انہوں نے خطاب فرمایا جو انتہائی جامع اور مختصر مگر پر اثر تھا۔ علمی اعتبار سے بھی یہ اعلی سطح کی گفتگو تھی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں چند نکات بیان فرمائے جن میں یہ بات واضح کی کہ یہ مذاکرات کس مقصد کے لیے ہوں گے اور یہ مذاکرات کن اصولوں پر ہوں گے اور کس انداز سے جاری ہونگے۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ مذاکرات کے اس سلسلہ سے ہمارا مقصد کیا ہے اور کس ہدف تک ہم پہنچنا چاہتے ہیں؟ یہ بات انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمائی۔

سوال: محترم ڈاکٹر صاحب! آپ یہ بھی بتائے گا کہ شیخ عبدالحکیم صاحب نے اپنی اس خطاب کے اندر کس کس بات پر روشنی ڈالی اور مزید کیا کہا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب! شیخ صاحب محترم کے خطاب میں ایک قابل ذکر نکتہ یہ تھا کہ امارت اسلامیہ مذاکرات کے نتیجے میں مفاہمت پر یقین رکھتی ہے اور اس کے ذریعہ حل نکالنا چاہتی ہے۔

دوسرا ایک بہت اہم نکتہ انہوں نے اپنے خطاب میں یہ ذکر فرمایا کہ امارت اسلامیہ نے جو مذاکرات شروع کیے ہیں اس کا اہم ترین مقصد اس جنگ کا خاتمہ ہے جو باہر سے افغانوں پر مسلط کی گئی ہے۔ اس بارے میں کچھ پیش رفت بھی ہوئی ہے جس کا پہلا مرحلہ امریکا کے ساتھ امارت اسلامیہ کا ایک تاریخی معاہدہ پر دستخط کرنا ہے اور دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ افغان جہات کے درمیان ایک مفاہمت کی فضا پیدا ہوگئی ہے اور اس وقت ایک ساتھ بیٹھے ہیں۔

اس کے ساتھ ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ ہم جو یہاں پر جمع ہوئے ہیں اس جمع ہونے کا مقصد ایک ایسا نظام قائم کرنا ہے جو ہماری ملی اقدار اور ہماری ثقافت اور تمام افغانوں کی مشترکہ آرزو کی تکمیل پر مبنی ہو اور وہ ہمہ جہت ہونے کے ساتھ افغان شمول بھی ہو اور اسلامی بھی ہو۔

سوال: محترم ڈاکٹر صاحب! آپ کی نشستیں تیکنیکی کمیٹیوں کے ساتھ بھی ہوئی ہیں اور دونوں ٹیموں کا عمومی اجتماع بھی ہوا ہے جو آج بھی جاری رہا۔ آئندہ بھی یہ نشستیں اور اجتماعات ہوں گے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ نشستیں اور یہ اجلاس کتنے مؤثر اور کتنے ثمر خیز ہوں گے؟

جواب: ہم اپنی طرف سے اطمینان دلاتے ہیں اپنے قوم کو اور پوری دنیا کو، کہ ہمارے بڑے سے لے کر چھوٹے تک، قیادت سے لے کر ادنی کارکن تک سب کے سب خلوص دل سے چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد اس ناسور کا خاتمہ کیا جائے اور ملک و ملت جس دور سے گزر رہا ہے یہ ختم ہو اور ایک خوشحالی اور امن کا دور آجائے۔ ہمارا جانبِ مقابل سے بھی یہی مطالبہ ہے کہ وہ بھی خلوص کا مظاہرہ کریں۔ ہمارے شیخ صاحب نے اپنے بیان میں بھی اس نکتے پر زور دیا تھا اور اس کا اظہار کیا تھا کہ اصل چیز اخلاص ہے۔ اخلاص ہوگا تو مسائل حل ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے اس وقت مشکلات ہیں اور آئیں گی، لیکن مشکلات کو خلوص سے حل کیا جاسکتا ہے۔

سوال: اس وقت کابل انتظامیہ کے ساتھ جو جنگ اور جہاد جاری ہے اور اس کے ساتھ ہی مذاکرات بھی جاری ہیں، ان مذاکرات سے آپ کیا سمجھتے ہیں ان مجاہدین کو کیا پیغام جائے گا؟ یا آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب: ہم اطمینان دلاتے ہیں اپنی طرف سے کہ جس طرح آپ عمل کے میدان میں جہاد کر رہے ہیں اور مقابلہ کو دوام بخشے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ایک میدان یہ بھی ہے جس میں ہم مصروفِ عمل ہیں۔ ہم سب کا مقصد اور ہدف صرف اور صرف یہ

ہے کہ اللہ کا نظام، اسلامی نظام قائم کرلیں۔ یہ ہمارا بنیادی اور اساسی مقصد ہے اور ہم اس کو حاصل کر کے رہیں گے انشاء اللہ۔ اسی کے لئے ہمارا وہاں جہاد ہے اور اسی کے لئے ہمارا یہاں مذاکرات کی میز پر مقابلہ ہے۔

سوال: محترم ڈاکٹر صاحب یہ بتایئے گا کہ امارت اسلامیہ کی جو مذاکراتی ٹیم ہے اس کے پاس کتنے اختیارات ہیں؟ اور اس میں کس سطح کے لوگ موجود ہیں، یہ کیا چاہتے ہیں، کتنی اتفاق رائے اور ہم آہنگی ان میں موجود ہے؟

جواب: الحمد اللہ امارت اسلامیہ کی طرف سے جو ٹیم تشکیل دی گئی ہے مذاکرات کے لیے۔اس میں ایک طرف اگر شریعت اور دین کے ماہرین شیوخ اور فقہاء موجود ہیں جو ملت اور قوم کیلئے قابل فخر ہیں تو دوسری طرف وہ لوگ موجود ہیں جو جنگ کے نشیب وفراز اور صبر آزما مراحل سے گزرے ہیں اور وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے سخت سے سخت زندگی گزاری ہے لیکن کبھی اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے ہیں۔ ان میں بالخصوص وہ پانچ قیدی رہنماء بھی شامل ہیں جنہوں نے بڑا عرصہ گوانتنامو کی بدنام زمانہ جیل میں گزارا ہے۔ لیکن اتنی سختیاں اور مصائب جھیل کر کٹھن مراحل سے گزر کر پھر بھی انہوں نے اپنے مقصد پر سودا نہیں کیا ہے اور جو ہدف انکا روز اول سے تھا اس پر آج بھی قائم ہیں۔ اس بات پر اطمینان کر لینا چاہیے کہ ہمارے زعماء اپنے موقف پر سختی سے قائم ہیں۔ اور یہ سارے افراد اور ان کی تشکیل یہ معنی دیتا ہے کہ امارت اسلامیہ کی ٹیم ایک مستعد، بااختیار اور مضبوط ٹیم ہے۔ ان کے درمیان ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

سوال: مذاکرات کے لیے افتتاحی اجلاس میں امارت اسلامیہ کی جانب سے امیر المومنین کے نائب اور سیاسی دفتر کے رئیس جناب ملا برادر اخوند نے خطاب فرمایا جب کہ جانبِ مقابل سے ڈاکٹر عبداللہ نے خطاب کیا۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ جناب ملا برادر کا خطاب انتہائی مختصر تھا اور اس میں کسی خارجی امر سے بحث نہیں کی گئی۔ کیا یہ سب کچھ پلان شدہ تھا اور اس کے لیے پہلے سے منصوبہ بنایا گیا تھا یا کیا ہوا تھا؟ کچھ بتایئے گا اس بارے میں۔

ڈاکٹر صاحب: جی ہاں! اس پر پہلے سے بہت کام کیا گیا تھا اور اس کام کے نتیجے میں فیصلہ ہوا تھا کہ خطاب مختصر ہو۔کیونکہ موقع ہی ایسا تھا جو اختصار کا متقاضی تھا۔ یہاں جامعیت مطلوب تھی، پھر ایسے مواقع پر بے جا تفصیل سے گریز کرنا ایک طبعی امر بھی ہے۔عرب کی ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ بہتر بات وہ ہے جو کم بھی ہو اور جامع بھی ہو۔آپ نے خود دیکھا ہو گا۔اس تقریب کے اندر بہت سارے وزرائے خارجہ اور دیگر ممالک کے نمائندے موجود تھے۔انہوں نے بھی خطاب کیے۔کسی کے خطاب میں کوئی زیادہ تفصیل نہیں تھی۔اس لیے کہ یہ عالمی سطح پر بات کا اصول ہے کہ بات مختصر اور جامع انداز میں کی جائے۔ اسی لئے ہماری طرف سے ملا برادر صاحب نے اختصار کے ساتھ جامع بات فرمائی۔

سوال: لیکن جانبِ مقابل نے ایک تو تفصیلی خطاب کیا اور پھر اس میں ان کے بقول اس ترقی کا تذکرہ کیا جو گزشتہ انیس سال میں حاصل ہوئی ہے۔اور بعض ان افراد کا تذکرہ کیا جو معاشرے میں اچھا اثر نہیں رکھتے اور لوگوں کو ان کا نام تک اچھا نہیں لگتا، آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

جواب: عوامی سطح پر بھی اور بیرونی دنیا میں بھی جس نے بھی یہ گفتگو سنی ہے انہوں نے اچھا تاثر نہیں لیا ہے۔خود ڈاکٹر عبداللہ اور ان کے فریق نے بھی اب فیصلہ کیا ہو گا کہ جن جن چیزوں کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔ یہ موقع محل کے مطابق نہیں تھا۔ البتہ ہم نے اپنی طرف سے عالمی اور قانونی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جو گفتگو کی ہے وہ بہت جامع گفتگو تھی۔ جس میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب کیا گیا تھا۔ اس سے ایک اچھا تاثر جاتا ہے اور سننے والے اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ وہ تاثر یہ ہے کہ سننے والے کو کام کی باتیں چاہییں اور اہم باتیں چاہییں۔ مخاطب سے وہ تقاضا کرتا ہے کہ اہم باتیں اختصار اور جامعیت کے ساتھ بتائی جائیں۔ الحمد للہ ملا صاحب کا خطاب ان ساری چیزوں پر مشتمل تھا اور جامعیت کی مثال تھا۔

اخری سوال: آج بین الافغان مذاکرات کی مذاکراتی ٹیموں کا اجلاس ہوا، اس طرح کے کتنے اجتماعات ہوں گے اور کتنا وقت لگے گا اس میں؟

ڈاکٹر صاحب: اس پر بحث جاری ہے، گفتگو ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔ آئندہ بھی ہو گی۔اس حوالے سے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ قوم کو اس حوالے سے جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ ایک اہم اور بنیادی مرحلہ ہے، اسے حل کرنے کے لیے بحث ہو رہی ہے، اطمینان سے حل نکالنے کی کوششیں جاری ہیں؛ اس لیے وقت لگے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ دیوار کی بنیاد رکھتے ہیں تو بنیاد کو درست کرنے کے لیے تو وقت لگتا ہے؛ کیونکہ بنیاد اگر درست نہیں ہو گی تو پوری عمارت ٹیڑی ہو گی اور اگر بنیاد پر اطمینان سے کام ہو گا تو آگے کا مرحلہ آسان اور دیرپا ثابت ہو گا۔ اس لیے یہ کوئی قابل تشویش بات نہیں ہے، اتنا لمبا عرصہ انتظار کیا گیا ہے کچھ عرصہ مزید کر لیا جائے، ان شاء اللہ نتیجہ امیدوں کے مطابق ہو گا۔

وثیق: بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب! سلامت رہیں!

امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم میں خواتین کیوں نہیں ہیں؟

عبدالستار سعید

کچھ دن پہلے جب امارت اسلامیہ اور فریق مخالف نے بین الافغان مذاکرات کے لئے وفود کا اعلان کیا، تو کچھ ذرائع ابلاغ نے فوری طور پر ان کے درمیان موازنہ کا معاملہ اٹھایا۔ کچھ صحافیوں نے سوال اٹھایا کہ طالبان کی مذاکراتی ٹیم مکمل نہیں ہے کیونکہ اس میں خواتین کو حصہ نہیں دیا گیا ہے۔ مختلف لسانی جہات، صوبوں اور قبائل کو اس میں حصہ نہیں دیا گیا ہے۔ کچھ صحافیوں نے کسی اور نقطہ نظر سے اس پر تنقید کی۔

تاہم یہ بات واضح ہے کہ یہ مذاکرات افغانوں کے درمیان ہو رہے ہیں، جس میں کوئی غیر ملکی بطور مبصر بھی شریک نہیں ہوگا، صرف افغانستان کے لوگ آپس میں بحث کریں گے۔ جب مذاکرات خالصتاً افغانوں کے درمیان ہوں گے۔ تو ضروری ہے کہ ان مذاکرات کا معیار بھی وہی ہونا چاہئے جو ہماری قومی روایات کے مطابق ہو۔

ہماری قوم ایک مسلم قوم ہے، اسلام میں مردوں اور عورتوں دونوں کے اپنے کام اور ذمہ داری کی حدود معلوم ہیں۔ ہمارا مذہب، ہماری قوم کی تاریخ اور عام کلچر ہمیں بتاتے ہیں کہ خواتین معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی طور پر کونسے امور انجام دیتی ہیں اور ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس کے لئے آپ صدر اسلام اور خلافت راشدہ کے دوران سفارتی تعلقات اور دشمن سے مذاکرات کے واقعات کو دیکھ سکتے ہیں۔ نیز ہمارے پاس سو سال پہلے انگریزوں کے ساتھ مذاکرات کی تاریخ بھی موجود ہے۔ طالبان افغان عوام کے نمائندے ہیں اور افغان عوام اسی مذہب پر یقین رکھتے ہیں جو 14 سو سال پہلے نازل ہوا تھا اور ہم اسی افغانیت کے پابند ہیں جس پر ہمارے آباؤ اجداد سو سال قبل تک کاربند تھے۔ یہاں کسی نے کوئی دوسرا مذہب لایا ہے نہ ہی اس قوم نے اپنی قومی شناخت بدلی ہے۔ امارت اسلامیہ کسی غیر ملکی نظریہ، غیر ملکی اقدار یا غیر ملکی ثقافت کی حامی نہیں ہے کہ بین الافغان مذاکرات میں غیر ملکی روایات کی نمائندگی کریں۔ ہماری مذہبی اور قومی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ افہام و تفہیم، بات چیت اور مفاہمت کس طرح کی جانی چاہئے اور مذاکرات کاروں کا بائیو ڈیٹا کیا ہونا چاہئے؟ اگر اس سلسلے میں کسی کو کوئی ابہام یا شکوک و شبہات ہیں تو یہ وہی لوگ ہوں گے جو افغان عوام کی دینی اور قومی ثقافت سے ناواقف ہیں یا انہیں افغان عوام کی تاریخ پر اعتماد نہیں ہے۔ اس طرح کے نقاد اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ فیصلوں کے لئے قوم، نسل، علاقے یا صوبے کی بنیاد پر نمائندے نہیں بھیجے جاتے بلکہ معاشرے کے تمام طبقات کی اعلیٰ ترین مشترکات اور اقدار (چاہے وہ عورت ہو یا مرد، چھوٹا ہو یا بڑا، جوان ہو یا بوڑھا) کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ جو بھی ان اقدار کا دفاع کر سکتا ہے وہ معاشرے کے ہر فرد کا نمائندہ ہوتا ہے۔ بین الافغانی مذاکرات افغانستان کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے والا ادارہ ہے۔ یہ افغان معاشرے میں جنسی اور نسلی تنوع کا مظاہرہ نہیں ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کا شامل ہونا ضروری سمجھا جائے۔

مختلف برادر اقوام کے نمائندوں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں امارت اسلامیہ کے وفد میں تمام برادر اقوام کے نمائندے شامل ہیں۔ مزید یہ کہ امارت اسلامیہ کابل انتظامیہ کی طرح نسلی جہالت کی بیماری میں مبتلا نہیں ہے، جس میں ہر چیز کو نسلی تناسب کے لحاظ سے برابر رکھنا ضروری ہے۔ امارت اسلامیہ، افغانستان کے 35 ملین عوام کو ایک قوم کی حیثیت سے دیکھتی ہے۔ ایک ایسی قوم جو ایک ہی خدا پر یقین رکھتی ہے، ایک کتاب پر ایمان لائی ہے، ایک مذہب کی پیروکار ہے، اور ایک دوسرے کے ساتھ اسلامی اخوت کا رشتہ رکھتی ہے۔ اگرچہ رنگ، نسل، زبان اور خطے کا الگ ہونا ایک فطری رجحان ہے۔ ایک ہاتھ کی انگلیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں، ایک گھر کے افراد ایک جیسے نہیں ہوتے اور ایک ماں سے پیدا ہونے والے بہن بھائیوں کی شکلیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ یہ فطری اختلافات مسلم قوم کے مابین اخوت کے مضبوط رشتوں کو ہرگز کمزور نہیں کر سکتا۔

لہذا اگر کوئی شخص مسلمان ہے، نیک ہے، قوم کی مذہبی امنگوں کا وفادار ہے، تو وہ پوری قوم کی انفرادی طور پر نمائندگی کر سکتا ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی صوبے سے ہو، کسی قوم یا علاقے سے ہو، اگر غور کیا جائے تو یہ امارت اسلامیہ کی کمزوری نہیں بلکہ طاقت کا راز ہے جہاں نسلی، لسانی، فرقہ وارانہ اور دوسرے جاہلانہ تعصبات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں صرف اسلامی اخوت کی روح غالب ہے اور بس۔

دوسری طرف کابل انتظامیہ کے بڑے جرائم اور ظلم و ستم میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے پچھلے 19 سالوں میں قومی تعصب اور نسلی منافرت کی آگ کو اتنا بھڑکایا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ اس نے ہر چیز میں نسلی اور لسانی تفریق کو تسلیم کیا جو اب انتہائی معمولی معاملات میں بھی خود کو آزاد نہیں کر سکتا ہے۔

حالانکہ اس طرح کے لسانی اور نسلی اختلافات اور تعصبات دیگر مشرقی اور مغربی معاشروں میں بھی موجود ہیں۔ ہر ملک میں نسلی، مذہبی اور لسانی رنگارنگی موجود ہے۔ مگر کوئی بھی ان اختلافات کی بنیاد پر دوسرے کے ساتھ برا سلوک نہیں کرتا۔ بلکہ ایک قوم کی حیثیت سے سب سے برابر سلوک کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایران، ترکی، عراق، پاکستان اور بہت سے دوسرے ممالک میں مختلف نسلی گروہ رہتے ہیں۔ کیا آپ نے سنا ہے کہ انہوں نے کسی بیرونی ملک یا اندرونی معاملات میں مذاکرات کے دوران ہر قوم اور لسانی فرقے کا نمائندہ شامل کرنا ملحوظ نظر رکھا ہو؟

لہذا کابل سے قطر آنے والے وفد کا برتاؤ اسلامی معیار کے مطابق ہے اور نہ ہی موجودہ عالمی طرز العمل کے مطابق ہے۔ طالبان پر اس زاویے سے تنقید کرنے والے ناقدین کو سب سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے۔

امارت اسلامیہ کی جانب سے بین الافغانی مذاکرات کے لیے مقرر کردہ ٹیم کے اراکین کا تعارف

ترجمہ و ترتیب
ہارون بلخی ، سید عبدالرزاق

1۔جناب شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم (سربراہ)

شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم 1957ء کو صوبہ قندہار ضلع میوند کے بند تیمور گاؤں میں مرحوم مولوی خدائیداد کے گھر میں پیدا ہوئے۔طالبان اسلامی تحریک کے آغاز سے مرحوم امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے ہمراہ تھے۔انہوں نے تحریک کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا۔امارت اسلامیہ کی دور حکومت میں قندہار جہادی مدرسہ میں پڑھانے کیساتھ ساتھ ہائی کورٹ اور مرکزی دارالافتاء میں بھی خدمات انجام دیں۔ملک پر امریکی جارحیت کے بعد مرحوم امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی ہدایت کے مطابق عدالتوں کی موجودہ ساخت اور تشکیل میں اہم کردار ادا کیا،جب موجودہ امیرالمؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ حفظہ اللہ سپریم کورٹ کے سربراہ تھے،تو شیخ مولوی عبدالحکیم ہائی کورٹ کے انچارج تھے۔جب شیخ مولوی ہبۃ اللہ اخوندزادہ کا بطور زعیم امارت اسلامیہ تقرر ہوا، تو سپریم کورٹ کی سربراہی کے امور شیخ مولوی عبدالحکیم کو سونپ دیے گئے۔اس وقت موصوف امارت اسلامیہ کے رہبری شوریٰ کے رکن اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ ہیں۔

2۔جناب شیر محمد عباس ستانکزئی (رکن)

شیر محمد عباس ستانکزئی مرحوم حاجی باچاخان کے فرزند ہیں۔ 1959ء کو صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے عباس گاؤں میں پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد اور کابل میں عمراخان اسکول سے حاصل کی اور کابل فوجی کالج سے فارغ ہوئے۔سردار محمد داؤدخان کے دور حکومت میں دیگر طلبہ کے ہمراہ عسکری شعبے میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بھارت گئے۔1981ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد روس کے خلاف جہادی صفوں کا رخ کیا۔انہوں نے جمعیت اسلامی اور اتحاد اسلامی کی جماعتوں میں فوجی انسٹرکٹر کی حیثیت سے فرائض انجام دیں۔1985ء کو اتحاد اسلامی حلقہ جنوب مغرب کے سربراہ مقرر ہوئے۔انہوں نے قلات، قندہار ایئرپورٹ، لشکرگاہ وغیرہ بڑی بڑی کاروائیوں میں عملی طور پر حصہ لیا اور اسی وقت سے شہید ملابورجان، شہید ملامشر، مرحوم ملا محمد ربانی اور دیگر سابق جہادی قائدین سے تعارف ہوا۔ 1990ء کو حرکت انقلاب اسلامی کے جنرل فوجی ذمہ دار کے طور پر ان کا تقرر ہوا اور نجیب حکومت کے سقوط تک اسی عہدے پر فائز رہے۔تنظیمی جنگوں (خانہ جنگی) کے دوران خاموشی سے گھر پر رہے، کسی تنظیم کے ساتھ حصہ نہیں لیا۔جب تحریک طالبان کا قیام عمل میں آیا، تو اس میں شامل ہوگئے۔طالبان کی حکومت میں پہلے قندہار کے نائب سیکریٹری خارجہ تھے،اس کے بعد کابل میں نائب وزیرخارجہ اور پھر نائب وزیر صحت کے عہدوں پر فائز رہے۔ملک پر امریکی جارحیت کے بعد آپ نے ایک بار پھر فوجی اور سیاسی جدوجہد شروع کی،ابتداء میں طالبان سیاسی کمیشن کے رکن، پھر نائب،اگست 2015ء سے جنوری 2019ء تک سیاسی دفتر کے سربراہ رہے۔جناب ستانکزئی امریکا کیساتھ ہونے والی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ تھے۔اس وقت رہبری شوریٰ کے رکن، سیاسی دفتر اور مذاکراتی ٹیم کے نائب سربراہ ہیں۔

3۔جناب ملا محمد فاضل مظلوم

ملا محمد فاضل مظلوم 1966ء کو صوبہ روزگان ضلع چارچینہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی اور دینی علوم ملک کے اندر مختلف مدارس اور مساجد میں وقت کے مشہور علمائے کرام سے حاصل کی۔انہوں نے گوانتاناموعقوبت خانے میں قرآن کریم حفظ کیا۔امارت اسلامیہ کے دوراقتدار میں نائب وزیر دفاع اور چیف آف آرمی اسٹاف تھے۔افغانستان پر امریکی جارحیت کے ابتدائی دنوں میں شمالی علاقوں میں گرفتاری کے بعد آپ کو امریکا کے حوالے کردیا گیا۔آپ کو 11 جنوری 2002ء کو کیوبا گوانتاناموعقوبت خانے منتقل کیا گیا۔تقریباً13 سال تک وہاں قید رہے۔آخرکار یکم جون 2014ء کو امریکی قیدی بوئے برگڈال کے تبادلے میں 4 دیگر قائدین کے ہمراہ رہا اور ملک قطر میں قیام پذیر ہوئے۔ملا محمد فاضل مظلوم 2018ء کو سیاسی دفتر اور امریکا کے ساتھ ہونے والے مذاکراتی ٹیم کے رکن مقرر ہوئے اور بعد میں مذاکراتی ٹیم کے نائب سربراہ کی ذمہ داری بھی انہیں سونپ دی گئی۔موصوف اس

وقت امارت اسلامیہ افغانستان کے رہبری شوریٰ، سیاسی دفتر اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

4۔جناب مولوی عبدالسلام حنفی

جناب مولوی عبدالسلام حنفی نے 1969ء کو صوبہ جوزجان ضلع درزآب (درزآب ماضی میں صوبہ فاریاب کا حصہ رہا) کے گردن گاؤں میں جناب علی مردان کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم شربیگ اسکول سے حاصل کی، جب روس کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا، توآپ نے اپنے گاؤں میں دینی علوم کی تحصیل کا سلسلہ جاری رکھا۔ صرف، نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب وہیں پڑھیں۔اس کے بعد سرپل اور فاریاب صوبوں کے مختلف اضلاع میں مشہور علمائے کرام سے مختلف فنون یعنی نحو، منطق، حکمت، بلاغت، فقہ، قرائت اور تجوید کی کتابیں پڑھیں۔ تعلیم کی تکمیل کی غرض سے پاکستان ہجرت کی اور وہاں مارتونگ، ڈاگی اور پشاور میں اعلی منطق، ریاضی، اصول فقہ، ادب، مناظرہ، عقائد اور قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا اور موقوف علیہ تک تعلیمی سلسلہ مکمل کرلیا۔اس کے بعد دورہ حدیث کی غرض سے کراچی کے مشہور علمی ادارے دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے اور وہاں 1414ھ کو دورہ حدیث مکمل کرلیا،اس کے بعد بہاولپور میں اصول افتاء، حدیث، تفسیر اور فقہ کی کتب ایک مرتبہ پھر پڑھ لیں۔ بعدازآں جامعہ تفسیریہ رحیم یار خان میں فتوی نویسی اور میراث کے علوم حاصل کیے۔ موصوف دینی علوم کیساتھ ساتھ چھٹیوں کے دوران مختلف زبانیں، کمپیوٹر پروگرام، ہارڈویئر اور اکاونٹنگ کے کورسز بھی پڑھتے رہے۔ فراغت کے بعد حنفی صاحب نے مختلف فنون، موقوف علیہ تک کتب، ترمذی شریف اور علم میراث کی تدریس کی۔ تین سال تک کابل یونیورسٹی میں حقوق اور سیاسی علوم کے شعبہ میں اسلامی ادب کے استاد رہے۔ اسی طرح مختلف ممالک میں سفارتی اور مذاکراتی عمل کے حوالے سے تعلیم حاصل کی۔

حنفی صاحب کی مادری زبان ازبیک ہے، لیکن موصوف پشتو، فارسی، انگریزی، عربی، اردو، قرغیز، ترکمن اور ترک زبانوں سے بھی واقف ہیں۔جب قندہار میں تحریک طالبان کا آغاز ہوا، حنفی صاحب اس وقت مدرس تھے۔اپنے شاگردوں اور فاریاب ودیگر صوبوں کے علماء کرائے اور طلباء کے ہمراہ تحریک اسلامی طالبان میں شامل ہوگئے۔

امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں انہوں نے پہلی ذمہ داری صوبہ فراہ میں تعلیم وتربیت کے ڈائریکٹر کے طور پر انجام دی اور پھر کابل میں ایک سال تک نگران وزیر تعلیم رہے اور بعد میں وزارت تعلیم میں نائب وزیر رہے۔

2001ء کو امریکی جارحیت کے بعد جناب حنفی صاحب کو امارت اسلامیہ نے صوبہ جوزجان کا گورنر مقرر کیا اور کچھ عرصہ کے بعد سیاسی کمیشن کے رکن اور مرحوم امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نوراللہ مرقدہ کی جانب سے رہبری شوریٰ کے رکن بھی مقرر کیے گئے۔اب سیاسی دفتر کے سیکرٹری اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

5۔جناب ملا عبدالمنان عمری

جناب ملا عبدالمنان عمری صوبہ قندہار ضلع میوند کے رہائشی اور مرحوم امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نوراللہ مرقدہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے افغانستان میں مختلف مشہور علماء سے موقوف علیہ تک علوم حاصل کیے ہیں۔ مختلف خدمات کیساتھ کمیشن برائے دعوت وارشاد، کمیشن برائے روک تھام شہری نقصانات اور عوامی شکایات کے کمیشن کے سربراہ رہے۔ موصوف اس وقت رہبری شوریٰ اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

6۔جناب مولوی عبدالکبیر

صوبہ بغلان ضلع نہرین کے قریہ تنگی تبقان کے علاقے تنگی زدران گاؤں میں 1972ء کو محمد جان کے گھر میں پیدا ہوئے۔

مولوی عبدالکبیر علوم دینیہ سے فارغ التحصیل عالم دین اور قبائلی بااثر رہنما ہیں۔امارت اسلامیہ کے دوراقتدار میں انہوں نے لوگر اور ننگرہار صوبوں کے گورنر، مشرقی زون کے ڈائریکٹر اور ریاست الوزراء کے معاشی امور کے نائب کے طور پر خدمات انجام دیں۔ موصوف امارت اسلامیہ کے بااثر قائدین میں سے ہیں۔ مولوی صاحب 2005ء کے بعد دو سال تک سیاسی کمیشن کے سربراہ بھی رہے۔ موصوف اس وقت امارت اسلامیہ کے رہبری شوریٰ اور مذاکراتی ٹیم کے رکن، جب کہ کمیشن برائے دعوت وارشاد کے سربراہ بھی ہیں۔

7۔مولوی امیر خان متقی

مولوی امیر خان متقی نے 25 فروری 1970ء کو صوبہ ہلمند ضلع ناد علی کے زرغون گاؤں میں مرحوم نادر خان کے گھر آنکھ کھولی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے مسجد اور علاقے کے پرائمری اسکول میں حاصل کی۔
ثور کے کمیونسٹ انقلاب اور روسی جارحیت کی وجہ سے ہمارے اکثر اہل وطن ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ موصوف بھی 9 سال کی عمر میں جب تیسری جماعت کے طالب علم تھے، اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان مہاجر ہوئے۔ انہوں نے ہجرت کے زمانے میں دینی علوم کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا اور نوجوانی کے دہلیز پر قدم رکھتے ہی جہادی صف کی تشکیلات میں خدمت کا آغاز کیا۔ مولوی امیر خان متقی علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہیں، موقوف علیہ اور دورہ حدیث کی کتب کابل پر امارت اسلامیہ کی حکومت کے بعد پڑھی اور دینی علوم سے فراغت کی سند حاصل کی۔

جب ملک میں 1994ء کو فساد اور انارکی کے خلاف طالبان کی تحریک شروع ہوئی، موصوف تحریک میں شامل اور جہادی صف میں خدمت کا آغاز کیا۔

قندہار شہر پر طالبان کے قبضے کے بعد وہ تحریک اسلامی طالبان سپریم کونسل کے رکن ہونے کیساتھ 1994ء میں ریڈیو صدائے شریعت قندہار کے سربراہ کے طور پر منتخب ہوئے۔ جولائی 1995ء کو صوبائی انفارمیشن ڈائریکٹر کے عہدے پر تعینات ہوئے اور کابل کی فتح تک اسی منصب پر رہے۔

جب 27 ستمبر 1996ء کو طالبان نے کابل کو فتح کر لیا، تو متقی صاحب انفارمیشن اینڈ کلچر (اطلاعات اور ثقافت) کے نگران وزیر منتخب ہوئے۔ آپ کئی سال اسی عہدے پر فائز رہے، امارت اسلامیہ کی ترجمانی اور امارت اسلامیہ کے مؤقف سے میڈیا کو آگاہ کرتے رہتے۔

نومبر 1998ء کو انتظامی امور کے ڈائریکٹر جنرل اور مارچ 1999ء کو وزیر تعلیم مقرر ہوئے اور امریکی جارحیت تک اسی عہدے پر فائز رہے۔

آپ اس وفد کے سربراہ بھی رہے، جسے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نوراللہ مرقدہ نے مخالف قوتوں سے گفتگو کی غرض سے تعین کیا تھا۔ آپ کی قیادت میں وفد نے مخالف دھڑوں سے تاشکند میں 6+2 ممالک سمیت اور پھر ترکمنستان کی دارالحکومت عشق آباد، اس کے بعد اسلامی کانفرنس کی ثالثی میں سعودی عرب کے جدہ شہر میں مذاکرات کیے۔

امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کے مرحلے میں آپ کئی سال تک کمیشن برائے ثقافتی امور امارت اسلامیہ کے سربراہ رہے۔ آپ نے پوری دانشمندی سے دشمن کے وسیع میڈیا یلغار کے خلاف جہادی نشریات کا ایک منظم نیٹ ورک قائم کیا۔ ایک سرگرم میڈیا ٹیم کے ذریعے جہاد کے حوالے سے دشمن کے پروپیگنڈے کو ناکام بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

مولوی امیر خان متقی رہبری شوریٰ کے رکن، 29 رمضان المبارک 1439ھ کو عالی قدر امیر المؤمنین کے دفتر کے سربراہ کے طور پر تعینات ہوئے اور دو سال اس عہدے پر فائز رہے، نیز 12 فروری 2019ء کو امریکا کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کے رکن بھی منتخب ہوئے۔ آپ بین الافغانی مذاکرات کے لیے امارت اسلامیہ کی متعین شدہ ٹیم کے رکن بھی ہیں۔

8۔ ملا نوراللہ نوری

ملا نوراللہ نوری 1971ء کو صوبہ زابل ضلع شاہ جوئے کے چشمہ بہرام خیل گاؤں میں مولوی غلام عمرالدین کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم ملک کے مختلف مدارس اور مساجد میں حاصل کی۔ انہوں نے گوانتاناموعقوبت خانے میں قرآن کے 20 پارے حفظ کیے اور مادری زبان پشتو کے علاوہ فارسی اور عربی زبانوں میں بلا تکلف گفتگو کی استعداد رکھتے ہیں۔ انہوں نے کم عمر میں سابق سوویت یونین کی جارحیت کے دوران جہاد میں عملی طور پر حصہ لیا اور حرکت انقلاب اسلامی کی صف سے سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ انہوں نے روسی غاصبوں کے انخلا کے ایک سال بعد 1989ء کو علاقے کے مدارس کے طلبہ کے ہمراہ اپنے علاقے کے نظم وضبط اور منکرات کی روک تھام کی غرض سے تنظیم طلبہ نامی اتحاد قائم کیا، جس کے سیکریٹری آپ ہی مقرر ہوئے۔ یہی اتحاد پانچ سال تک جاری رہا اور اس دوران چند اہم کاروائیاں بھی انجام دیں۔

جب قندہار میں مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نوراللہ کی جانب سے تحریک کا آغاز ہوا اور بولدک پر طالبان نے قبضہ کر لیا، تو نوری صاحب ایک ماہ قبل زابل کے ضلع شاہ جوئی میں جدوجہد شروع کر چکے تھے، مگر زابل میں کسی سے مسلح جنگ نہیں لڑی گئی، اپنے صوبے کے طلبہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک وفد کے ہمراہ قندہار گئے اور امیر المؤمنین سے ملے، انہوں نے فوراً نوری صاحب کو ذمہ داری سونپ دی اور اپنے طلبہ کیساتھ عسکری امور میں مصروف ہوگئے۔ کابل کی فتح کے بعد آپ دو سال تک صوبہ لغمان کے گورنر رہے، اس کے بعد ایک سال تک بغلان کے گورنر اور امارت اسلامیہ کی دور حکومت کے آخری سالوں میں بلخ کے گورنر اور شمال زون کے ڈائریکٹر رہے۔ ملک پر امریکی جارحیت کے دوران آپ شمال میں گرفتار ہوئے، 13 سال کئی ماہ تک گوانتاناموعقوبت خانے میں قید رہے۔ آخر کار یکم جون 2014ء کو طالبان اور امریکا کے درمیان ایک تبادلے کی صورت میں چار دیگر ساتھیوں کے ہمراہ رہا اور ملک قطر کو منتقل ہوئے۔

آپ کو 2018ء میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر اور فروری 2019ء میں امریکا کیساتھ ہونے والے مذاکراتی ٹیم کا رکن مقرر کیا گیا۔اس وقت رہبری شوری، سیاسی دفتر اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

9۔جناب قاری دین محمد حنیف

صوبہ بدخشان ضلع یفتل سفلی کے سپین ارزنجی گاؤں میں مرحوم قاری محمد نذیر کے دیندار گھرانے میں 1965ء کو پیدا ہوئے۔آپ نے 15 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا اور اس کے بعد والد محترم سے ابتدائی کتب پڑھیں،ابتدائی تعلیم میں مشغول تھے کہ ثور کا منحوس انقلاب برپا ہوا۔

جب کمیونسٹ عناصر برسر اقتدار آئے اور ان کے خلاف مقدس جہاد اور مسلحانہ قیام شروع ہوا،انہی دین دشمن کمیونسٹوں نے مدارس دینیہ اور تعلیمی اداروں کو بند یا تباہ کردیا،یا جنگوں کی وجہ سے نقصان کا شکار ہوگئے۔

آخر کار قاری حنیف نے 1984ء کو پاکستان ہجرت کی اور خیبر پشتونخوا کے مختلف مدارس میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔موقوف علیہ سمیت تمام مروجہ فنون کی تکمیل کی اور جب دورہ حدیث کا ارادہ کرنے لگے،تو اسی وقت ملک کی سلامتی کے لیے تحریک اسلامی طالبان کا آغاز ہوگیا۔آپ بدخشان کے سینکڑوں طلبہ کے ہمراہ تحریک کے کاروان میں شامل ہوگئے اور کابل کی فتح کے بعد امارت اسلامیہ کی مکمل حاکیت کے قیام تک وزارت منصوبہ بندی اور عالی تحصیلات (ہائیر ایجوکیشن) کے وزیر کے عہدے پر فائز رہے۔

امریکی جارحیت اور اس کے خلاف جہاد کے آغاز کے بعد 2003ء کو صوبہ بدخشان کے جہادی ذمہ دار اور 2004ء کو سیاسی کمیشن کے رکن مقرر ہوئے۔اسی طرح عالی قدر امیر المؤمنین مرحوم ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کے حکم کے مطابق رہبری شوری کے رکن بھی منتخب ہوئے۔قاری دین محمد حنیف اس وقت رہبری شوری اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں اور سیاسی دفتر میں مشرق وسطی کے ممالک سے رابطہ کے منتظم ہیں۔

10۔جناب ملا عبد اللطیف منصور

ملا عبد اللطیف منصور الحاج شہید یار محمد کے فرزند 1967ء کو صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے سہاک ہیبت خیل گاؤں میں پیدا ہوئے۔آپ نے پرائمری اور دورہ حدیث تک علم حاصل کیا۔سیاست میں زمانہ طالب علمی سے سرگرم رہے۔آپ نے سیاسی زندگی کا آغاز تنظیم طلبہ حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کی پلیٹ فارم سے دعوت تنظیم کے انچارج سے کیا۔مجاہدین کی کامیابی کے بعد 1992ء کو جب جہادی قائد نصر اللہ منصور شہید ہوئے، تو ان کے جانشین مقرر ہوئے اور صوبہ پکتیا کے گورنر منتخب ہوئے۔

منصور صاحب تحریک اسلامی طالبان کے ابتداء سے 1994ء میں شامل ہوئے اور مختلف عہدوں پر فائز رہے۔1994ء میں صوبہ ہلمند کے نائب گورنر، قلیل مدت تک قندہار شہر کے میئر رہے اور 1996ء میں وزیر زراعت مقرر ہوئے۔ملک پر امریکی جارحیت کے بعد منصور صاحب 2002ء کو رہبری شوری کے رکن اور صوبہ پکتیا کے جہادی مسؤل مقرر ہوئے۔آپ نے 9 سال تک اسی عہدے پر خدمات انجام دیں۔اس کے علاوہ آپ ننگرہار اور لوگر صوبوں کے جہادی ذمہ دار بھی رہے۔2008ء کو مختصر مدت تک سیاسی کمیشن کے سربراہ بھی رہے۔مذاکراتی ٹیم کا حصہ بننے اور قطر جانے سے قبل آپ امیر المؤمنین کے دفتر کے سربراہ اور اس کے بعد کمیشن برائے زرعی امور کے سربراہ رہے۔فروری 2019ء میں آپ امریکا کیساتھ ہونے والی مذاکراتی ٹیم کے رکن مقرر ہوئے اور اس وقت رہبری شوری اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

11۔جناب حاجی ملا شیرین

حاجی ملا عبد اللہ حنفی عرف ملا شیرین صوبہ قندہار ضلع ژڑی کے سنزری گاؤں میں حاجی ملا محمد ابراہیم کے گھر پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے اکابر جو علاقے میں علم و عرفان کی وجہ سے مشہور تھے، حاصل کی،آپ کا خاندان علماء کے نام سے مشہور تھا، دیگر علوم موقوف علیہ تک مختلف اساتذہ اور علاقوں میں حاصل کرلیے۔حصول علم کے دوران حالات کے تقاضا کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف جہادی خدمات انجام دیتے رہے، جس کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا، مختلف جہادی خدمات،ذمہ داریوں اور مسائل کی وجہ سے دستار بندی نہ کرسکے۔

جب روس نے وطن عزیز پر قبضہ کرلیا،تو آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل موخر کردی اور اپنی شرعی ذمہ داری نبھاتے ہوئے روسی غاصبوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔آپ نے جہاد کا آغاز صوبہ قندہار ضلع ژڑی کے تورطاق پہاڑ سے کیا، پہلے ایک فرد اور مجاہد کی حیثیت سے اور بعد میں کمانڈر یا نائب کمانڈر کے طور پر جہادی ذمہ داریاں ادا کیں۔امارت اسلامیہ کے ظہور سے پہلے ایک فرد کے طور پر تحریک طالبان کے رکن بنے،اسی طرح کاروبار بھی کرتے رہے، مگر جب مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کے گھر پر دشمن کی جانب سے ایک بڑا دھماکہ کروایا گیا،اس کے بعد آپ

امیر المؤمنین کی سیکیورٹی کے انچارج مقرر ہوئے۔

جب 2001ء کو امریکا نے ہمارے ملک پر جارحیت کی، تو آپ نے امریکا کے خلاف مسلح جہاد اور مزاحمت میں حصہ لیا۔ پہلے ایک دھڑے کے سربراہ کے طور پر جہاد شروع کیا، اس کے بعد قندہار فوجی کمیشن کے سربراہ، مرکزی فوجی کمیشن کے مغربی حلقے کے انچارج، صوبہ ہرات کے گورنر اور شمالی و مشرقی صوبوں کے جنرل کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے جہادی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اسی طرح امارت اسلامیہ کے انٹیلی جنس کمیشن کے سربراہ رہے، اس کے بعد قندہار کے گورنر اور جنرل فوجی ذمہ دار کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے، اسی وقت جنوب مغربی صوبوں کے فدائین بریگیڈز کے ذمہ دار بھی رہے۔

حالیہ دنوں میں عالی قدر امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق امارت اسلامیہ کے رہبری شوری کے رکن اور اب مذاکراتی ٹیم کے رکن بھی مقرر ہوئے، اس وقت مذاکراتی ٹیم کی رکنیت کے ساتھ رہبری شوری کے رکن بھی ہیں۔

12۔ جناب شیخ مولوی محمد قاسم راسخ

شیخ مولوی محمد قاسم راسخ ملاجمعہ نظر کے فرزند 1971ء کو صوبہ جوزجان ضلع فیض آباد کے اپیکال گاؤں میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی عصری اور دینی علوم ملک میں اور اعلی تعلیم دیار ہجرت میں حاصل کی۔ آپ نے 1416ھ کو مظہر العلوم دار العلوم صوابی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

آپ کو اپنی مادری زبان (ترکمنی) کے علاوہ پشتو، فارسی اور عربی زبانوں پر بھی دسترس حاصل ہے۔ آپ ترکمن قوم کے بااثر رہنما، جید عالم دین اور استاد حدیث ہیں۔ شیخ راسخ صاحب نے ملک کے مختلف مدارس دینیہ میں 15 سال تک شروح فنون اور عربی لغت کی تدریس کی ہے۔ اسی طرح دیار ہجرت میں 10 سال تک دار الحدیث کے شیخ اور مدرس رہے۔ آپ 2007ء سے 2016ء تک کمیشن برائے دعوت و ارشاد امارت اسلامیہ کے رکن اور صوبہ جوزجان کے صوبائی فوجی کمیشن کے سربراہ رہے۔ جناب شیخ صاحب 2016ء سے 2020ء تک مشرقی و شمالی 20 صوبوں کے فوجی کورٹ کے جج بھی رہے۔ آپ اس وقت امارت اسلامیہ کے رہبری شوری اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

13۔ جناب مولوی فرید الدین محمود

جناب مولوی فرید الدین محمود نے صوبہ پکتیکا کے صدر مقام شرنہ شہر میں مرحوم مولوی محمد عالم صاحب کے دیندار گھرانے میں جنم لیا۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم ملک میں اپنے مرحوم والد اور علمائے کرام سے، دیگر علوم پاکستان کے کوہاٹ اور مردان کے مدارس میں حاصل کیے، جب کہ دورہ حدیث عظیم دینی درسگاہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں 1396ھ میں مکمل کرلیا۔ داؤد خان کے دور اقتدار میں دیار ہجرت میں 1395ھ میں مرحوم مولوی جلال الدین حقانی اور شہید نصر اللہ منصور سے واقفیت ہوئی اور ان کے رفیق بنے، مجاہدین کی کامیابی کے بعد پکتیکا کے گورنر رہے۔ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں کابل میں علوم اکیڈمی میں شعبہ انسانی علوم کے سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ ملک پر امریکی جارحیت کے بعد مولوی محمود صاحب تعلیم و تربیت کے شعبے اور شرعی عدالت کے قاضی رہے۔ آپ اس وقت مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

14۔ جناب مولوی مطیع الحق خالص

جناب مولوی مطیع الحق خالص جہادی رہنما مولوی محمد یونس خالص رحمہ اللہ کے فرزند ہیں، ان کا تعلق نبی خیل قبیلے سے ہے اور 1961ء کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانی کے نکڑ خیل گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی علوم اپنے والد رحمہ اللہ تعالی اور چچا مولوی محمد یوسف اور مولوی محمد اسحاق محق رحمہا اللہ تعالی سے پڑھیں، جب کہ ابتدائی و متوسط عصری تعلیم اپنے علاقے کے اسکول سے حاصل کی۔

کمیونسٹ انقلاب کے بعد 1978ء کو ہمسائیہ ملک پاکستان ہجرت کی اور بقیہ علوم خیبر پشتونخوا کے مختلف مدارس میں پڑھے۔ اسی طرح 1988ء کو اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ سے بیچلر تک دینی علوم اور پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیات میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ جب کہ جامعہ امداد العلوم پشاور سے 1991ء کو دورہ حدیث کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے۔

آپ حافظ قرآن ہیں، اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ اردو اور عربی بھی بول سکتے ہیں۔ مولوی مطیع الحق خالص 1408ھ سے مدرسۃ الہجرۃ والجہاد میں استاد اور بعد میں اسلامی حزب کی تنظیم میں تعلیم و تربیت کے سربراہ کی حیثیت سے بیرونی رفاہی اور امدادی اداروں سے رابطے کے انچارج رہے۔ روسی جارحیت اور کمیونسٹ نظام کے خاتمہ کے بعد 1412ھ سے برہان الدین ربانی کی حکومت اور اس کے بعد امارت اسلامیہ کے قیام کے دوران صوبہ ننگرہار کے تعلیم و تربیت کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے طور پر خدمات انجام دیں۔

امریکی جارحیت کے بعد آپ نے اپنے والد بزرگوار جہادی رہنما مولوی محمد یونس خالص رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد کا راستہ اپنایا۔ مجاہدین کی رہنمائی اور

عوام کی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔ مولوی مطیع الحق خالص فروری 2019ء کو امریکا کیساتھ ہونے والے مذاکراتی ٹیم کے رکن مقرر ہوئے اور اس وقت سیاسی دفتر اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

15۔جناب ملا خیر اللہ خیر خواہ

صوبہ قندہار ضلع ارغستان کے گوہری گاؤں میں مرحوم سید ولی کے گھر پیدا ہوئے۔ کیمونسٹ انقلاب کے بعد لڑکپن میں اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان ہجرت کی اور بلوچستان کے سرانان کیمپ، کوئٹہ شہر، جامعہ محمدیہ چراٹ اور کوہاٹ میں دینی علوم جاری رکھے۔ ملا خیر اللہ خیر خواہ حافظ قرآن ہیں، اپنی مادری زبان کے علاوہ فارسی، عربی، انگریزی اور اردو زبانوں میں بلا تکلف گفتگو کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

روس کے خلاف جہاد میں عملی طور پر شرکت کی اور بعد میں تحریک اسلامی طالبان کے آغاز سے مرحوم امیر المؤمنین محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کی قیادت میں ملک سے فساد کے خاتمہ اور امن وامان کے قیام میں بھرپور حصہ لیا۔ کابل کی فتح سے قبل طالبان کے ترجمان رہے۔ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں وزیر داخلہ، اس کے بعد جنوب مغربی حلقہ کے سربراہ اور ہرات کے گورنر مقرر ہوئے۔ ملک پر امریکی جارحیت کے بعد آپ 2002ء میں پاکستان میں گرفتار ہوئے جس کے بعد انہیں امریکا کے حوالے کردیا گیا۔ یکم مئی 2002ء کو کیوبا کے بدنام زمانہ گوانتانامو عقوبت خانے منتقل کیا گیا اور تقریبا 13 برس وہاں قید رہے۔

ملا خیر اللہ خیر خواہ یکم جون 2014ء کو امریکی قیدی کے تبادلے کے نتیجے میں 4 دیگر طالبان رہنماؤں کے ہمراہ رہا اور مملکت قطر میں رہائش پذیر ہوئے۔

آپ 2018ء کو سیاسی دفتر اور امریکا کیساتھ ہونے والے مذاکرات کے لیے مذاکراتی ٹیم کے رکن مقرر ہوئے۔ اس وقت سیاسی دفتر اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

16۔جناب شیخ مولوی شہاب الدین دلاور

شیخ شہاب الدین دلاور، مرحوم مولوی سید اکبر دلاور کے فرزند 1961ء کو صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم اپنے والد اور لوگر کے مختلف مدارس میں حاصل کیں۔ کیمونسٹ انقلاب کے بعد اپنے خاندان کے ہمراہ پشاور ہجرت کی۔ 1983ء میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ اور پشاور کے مختلف مدارس دینیہ میں تدریس شروع کی۔ طالبان حکومت کے دوران پشاور میں قونصل جنرل، پھر اسلام آباد اور اس کے بعد سعودی عرب میں سفیر رہے۔

اسی طرح آپ نے سپریم کورٹ کے نائب اور قندہار عدالت عالیہ میں خدمات انجام دیں۔ ملک پر امریکی جارحیت کے بعد آپ سیاسی کمیشن کے رکن منتخب ہوئے۔ مولوی شہاب الدین دلاور اس وقت سیاسی دفتر میں افغان فریق سے رابطہ کے انتظامی امور کے انچارج اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

17۔جناب ملا عبد الحق وثیق

ملا عبد الحق وثیق صوبہ غزنی ضلع خوگیانی کے غریب قلعہ گاؤں میں ملا محمد نسیم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دیگر دینی علوم ملک کے مختلف مدارس میں حاصل کیے، دورہ حدیث کی چند کتب ملک کی تاریخی پل خشتی مسجد میں عظیم معروف عالم دین کونڑ اخوندزادہ سے پڑھیں۔ آپ قرآن کریم کے حافظ اور عربی سمیت تین زبانیں جانتے ہیں۔ آپ نے سیاسی زندگی کا آغاز تحریک اسلامی طالبان سے کیا اور تحریک کے ابتداء میں مرحوم ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کے رفیق بنے۔ آپ طالبان حکومت کے دور میں مختلف عہدے پر فائز رہے۔ ابتداء میں صوبہ نیمروز کے انفار مشین ڈائریکٹر، قندہار پولیس چیف، فتح کابل کے بعد انٹلی جنس ڈائریکٹوریٹ کے اسسٹنٹ اور نگران اور بعد میں قندہار انٹلی جنس سروس ڈائریکٹر کی ذمہ داری بھی دی گئی۔ آپ رئیس الوزراء کی نگرانی میں قائم ہونے والے کابل سیکیورٹی کمیشن کے رکن بھی رہے۔ ملک پر امریکی جارحیت کے بعد آپ کو امریکی افواج نے غزنی میں گرفتار کیا اور تقریبا 12 برس تک گوانتانامو میں قید رہے۔ یکم جون 2014ء کو طالبان اور امریکا کے درمیان قیدیوں کے تبادلے کی صورت میں 4 دیگر رہنماؤں کے ہمراہ رہا اور قطر منتقل ہوئے۔ آپ 2018ء کو طالبان سیاسی دفتر کے رکن اور فروری 2019ء میں امریکا کیساتھ ہونے والے مذاکراتی ٹیم کے رکن منتخب ہوئے۔ اب سیاسی دفتر شعبہ تعلقات میں یورپ سیکشن کے سربراہ اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

18۔جناب مولوی محمد نبی عمری

آپ نے صوبہ خوست ضلع اسماعیل کے شمس خیل گاؤں میں 1971ء کو حاجی محمد عمر کے گھر میں جنم لیا۔ ابتدائی علوم ملک میں حاصل کیں۔ سابق سوویت یونین کے قبضے کے بعد پاکستان مہاجر ہوئے اور دینی علوم پاکستان ہی میں مکمل کرلیں۔ دینی علوم اور وفاق المدارس سے سند حاصل کرنے کے بعد 5 سال تک تدریس کی۔ آپ قرآن کریم کے حافظ اور پشتو، فارسی کیساتھ عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں۔

آپ نے اپنی سیاسی اور فوجی زندگی کا آغاز جہادی رہنما جناب مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی قیادت میں کیا اور مختلف کاروائیوں میں پانچ مرتبہ زخمی بھی ہوئے۔ کمیونسٹ حکومت کے سقوط کے بعد سابق صدر برہان الدین ربانی کے دور اقتدار میں آپ اہل الحل والعقد شوری میں اپنے ضلع کے نمائندہ کے طور پر شریک ہوئے۔ آپ

مجاہدین کی دور حکومت 1992ء میں دو سال تک خوست کے نائب پولیس سربراہ رہے ۔طالبان کے کابل پر قبضہ سے قبل ہی آپ صوبہ زابل کے پولیس چیف مقرر ہوئے۔ فتح کابل کے بعد آپ افغان سرحدی فورس کے جنرل کمانڈر کے طور پر مقرر ہوئے۔ ملک پر امریکی جارحیت کے بعد ستمبر 2002ء کو امریکی افواج نے آپ کو گرفتار کر لیا اور تقریباً 12 برس تک گوانتانامو میں قید رہے۔ آخر کار یکم جون 2014ء کو طالبان اور امریکا کے درمیان ہونے والے تبادلے کی صورت میں 4 دیگر رہنماؤں کے ہمراہ آزاد ہو کر قطر منتقل ہوئے۔ آپ 2018ء میں سیاسی دفتر کے رکن اور فروری 2019ء میں امریکا کیساتھ ہونے والے مذاکراتی ٹیم کے رکن مقرر ہوئے۔ عمری صاحب فی الحال سیاسی دفتر میں اقوام متحدہ اور عالمی اداروں سے رابطے کے انچارج اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

19۔جناب محمد سہیل شاہین

آپ مرحوم حاجی غلام محمد خان کے فرزند اور صوبہ پکتیا ضلع احمد آباد کے رہائشی ہیں۔کابل یونیورسٹی انگلش ڈیپارٹمنٹ سے بیچلر اور صحافت کی ڈگری حاصل کی۔ دینی علوم موقوف علیہ تک پڑھیں۔ سوویت یونین کے قبضے کے زمانے قلمی جہاد میں اہم کردار ادا کیا اور متعدد رسالوں میں آپ کی تحریریں شائع ہوئیں۔آپ اچھے لکھاری اور پشتو کیساتھ انگلش میں بھی کالم لکھتے ہیں، اسی طرح اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ فارسی، عربی، انگریزی اور اردو زبانیں بھی بول سکتے ہیں۔

سابق سوویت یونین کے خلاف جہاد کے وقت آپ مولوی نصر اللہ منصور کی تنظیم حرکت انقلاب اسلامی کے خدام الفرقان مجلے اور (The Voice of Mujahid) کے ایڈیٹر انچیف اور اسی طرح مجاہدین کی سات تنظیموں کی جانب سے شائع ہونے والے انگریزی مجلے (The Jihad Rays) کے مدیر بھی رہے۔ آپ نے مولوی نصر اللہ منصور کی تنظیم حرکت انقلاب اسلامی کی سیاسی کمیٹی کے نائب کے طور پر بھی خدمات انجام دی ہیں۔

امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں آپ روزنامہ (The Kabul times) کے ڈائریکٹر تھے اور پھر نیویارک میں اقوام متحدہ کے لیے امارت اسلامیہ افغانستان کے نمائندگی کے نائب اور بعد میں اسلام آباد میں نائب سفیر مقرر ہوئے۔ ملک پر امریکی جارحیت کے بعد امارت اسلامیہ کے ثقافتی شعبے میں سرگرم رہے اور الامارہ ویب سائٹ انگلش سیکشن کے ایڈیٹر رہے۔ آپ نے سیاسی دفتر میں ترجمانی کے ساتھ ساتھ مختلف اداروں کی سربراہی کی ہے اور اس وقت سیاسی دفتر اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

20۔جناب ملا محمد انس حقانی

عظیم جہادی شخصیت جناب مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے، صوبہ پکتیا ضلع گردہ سیڑئی کے کنڈو گاؤں کے رہائشی ہیں، 1994ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عصری تعلیم کیساتھ موقوف علیہ تک دینی علوم بھی حاصل کیے۔ اپنی مادری زبان کے علاوہ دو دیگر زبانیں بھی بول سکتے ہیں۔ سیاست اور کمپیوٹر کے مختصر تربیتی کورس بھی پڑھ چکے ہیں، تعلیم کا سلسلہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ امریکا نے آپ کو اس حال میں گرفتار کر لیا، جب مملکت قطر میں ایک رشتہ دار سے ملاقات کے لیے گئے تھے، تقریباً 5 برس تک بگرام جیل میں قید رہے، نومبر 2019ء کو دو امریکی وآسٹریلوی پروفیسرز کے تبادلے میں دو دیگر ساتھیوں کے ہمراہ آزاد ہوئے اور آپ کو قطر منتقل کیا گیا۔ آپ کو فروری 2019ء میں امریکا کیساتھ ہونے والے مذاکراتی ٹیم کا رکن اس وقت مقرر کیا گیا، جب کہ آپ اس وقت قید میں تھے۔انس حقانی فی الحال قطر میں سیاسی دفتر میڈیا ونگ اور مذاکراتی ٹیم کے رکن ہیں۔

21۔جناب ڈاکٹر محمد نعیم

شہید ڈاکٹر آغا جان کے فرزند ڈاکٹر محمد نعیم نے 1974ء میں صوبہ میدان وردک ضلع چک کے عربان درہ کے بہادر خان گاؤں میں آنکھ کھولی۔ 1980ء میں آپ کے والد کو روسیوں اور ان کے کیمونسٹ غلاموں نے شہید کر دیا، ابتدائی تعلیم اور فارسیات اپنے چچا مرحوم ملا امیر جان سے پڑھیں۔ ابتدائی عصری علوم کابل میں سپین گاؤں اسکول سے حاصل کی، بقیہ علوم اپنے علاقے عربان ہائی اسکول اور شہادت مدرسہ میں پڑھیں اور قرآن کریم بھی حفظ کیا۔

تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے 1995ء میں ہمسائیہ ملک پاکستان چلے گئے، 2000ء کو پشاور میں عربی زبان اور اسلامی علوم ڈیپارٹمنٹ سے بیچلر کی ڈگری حاصل کی۔ 2004ء کو گولڈ مڈلسٹ حاصل کرنے سے مکمل کر لی۔ اسی سال آپ نے مذکورہ ڈیپارٹمنٹ میں پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا، 2005ء کو پڑھائی مکمل کر لی اور 2010ء کو ریسرچ مکمل کیا، البتہ ان کی ریسرچ کی پریزینٹیشن اب تک باقی ہے۔ بتدائی ہی سے عصری تعلیم کیساتھ ساتھ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دینی علوم بھی حاصل کرتے رہے، بالخصوص چھٹیوں کے دوران اور 2006ء میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے دورہ حدیث مکمل کر کے دستار فضیلت باندھا، واضح رہے کہ دورہ حدیث میں تقریباً 900 فضلا میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

2008ء سے 2009ء تک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریس کی اور 2009ء سے 2011ء تک پشاور میں عربی زبان اور اسلامی علوم کے ڈیپارٹمنٹ میں تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے۔ امریکی جارحیت کے آغاز سے امارت اسلامیہ کی صفوں میں تعلیم کے ساتھ نظریاتی، جہادی، ثقافتی اور سیاسی سرگرمیاں شروع کیں اور اس راہ میں دشمن کی جانب سے قید وبند کی مشقتیں اور تکالیف بھی جھیلنے پڑیں۔ آپ 2010ء سے امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

کابل صدارتی محل میں امن سبوتاژ کرنے والا حلقہ

زخمی افغان

اس وقت جبکہ لمبا عرصہ انتظار کے بعد افغان جہات کے درمیان قطر کے دار الحکومت میں آمنے سامنے مذاکرات شروع ہو گئے ہیں اور ہمارے اہلِ وطن ایک دیرینہ آرزو کی منزل پر پہنچنے کے قریب ہیں-امید اور خدشات کے ان لمحات میں ایک حلقہ کوشش میں لگا ہے کہ بے جا باتوں، دھمکیوں اور تشویش میں ڈالنے والی بحثیں درمیان میں لاکر اس سازگار فضاء کو نقصان پہنچائے۔

امن اور مفاہمت کے خلاف کام کرنے والے اس حلقہ کا سرغنہ اشرف غنی کا معاونِ اول { سیکریٹری } امر اللہ صالح ہے جو بین الافغان مذاکرات کے آغاز سے بھی کچھ عرصہ پہلے چند ایسی بے وقوفانہ ہفوات بولتا رہا ہے جو میڈیا کی شہ سرخیوں میں آچکے ہیں-اور اب ایک دفعہ پھر طالبان کے ساتھ مل بیٹھنے کی بجائے انہیں ختم کرنے کا وہ خواب سنا رہا ہے، جس نے خود اسے اور اس کے آقاؤوں کو بیس سال سے پریشاں کر رکھا تھا-

امن کو سبوتاژ کرنے والا یہ حلقہ صدارتی محل کے اندر چند ان محدود لوگوں پر مشتمل ہے جنھیں افغانستان کی بجائے جنگ کا مطالبہ کرنے والے پرایوں کے مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ وہ اس سے پہلے بھی مذاکرات کی تاخیر اور اور معطل کرنے میں بھرپور کردار ادا کر چکے ہیں۔

قیدیوں کی آزادی کے آگے رکاوٹیں کھڑی کرنا اور حیلہ جوئی کرنا بھی انہیں افراد کا شاخسانہ تھا-اب جب کہ عوامی دباو نے سب کچھ ان سے منوایا لیا تو اپنا غصہ اتارنے کے لیے دھمکی آمیز زبان استعمال کر رہے ہیں تاکہ اس طرز عمل سے طالبان کو بھی سخت رد عمل پر مجبور کریں۔امر اللہ صالح اس حساس اور نازک موقع پر بھی طالبان کے خاتمے اور دیہی علاقوں پر قبضہ کا خواب دیکھ رہا ہے۔اسے چاہیے کہ بے جا باتوں کی بجائے ذرا گزشتہ بیس سالہ جنگ کی تاریخ کو دیکھے۔یہاں دنیا کے درجنوں ممالک اپنے تمام تر وسائل، مسلح افواج اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر آئے تھے پھر بھی ان کا طالبان کو مات دینے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا اور نہ ہی یہ آرزو پوری ہوئی کہ آزادی کے ان علمبرداروں کو غلامی کی زنجیر میں جکڑ سکیں۔ جب بش، مک کرسٹل،ڈیویڈ پیٹریسن اور اوباما تک کوئی ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا اور پینٹگان اور سی آئی اے کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں- پھر سی آئی اے کا یہ غلام (امر اللہ صالح) کیا کر سکتا ہے۔وہ کس بنیاد پر ایسی جنگ جیتنے کی سوچ رہا ہے جس میں ان کے آقاؤں کو شکست ہو چکی ہے۔ ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ امن عمل کو خراب کرنے کی کوشش کرنے والا یہ ٹولہ عمل کے میدان میں کچھ نہیں کر سکتا-وہ صرف انتشار اور فضاء کو خراب کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں-یہ لوگ افغانستان، افغان ملت اور ملت کی امیدوں اور ان کے مستقبل کے دشمن ہیں-انہیں نہیں بھاتا کہ مختلف افغان جہات مذاکرات کے ذریعہ ایک نتیجہ تک پہنچ جائیں اور بالآخر ایک پرامن حل سامنے آجائے۔

اب وقت آپہنچا ہے کہ ان جیسے فساد آمیز باتوں اور بحثوں سے اجتناب کیا جائے۔ اس بارے میں دیگر بعض افراد کا رویہ ذمہ دارانہ ہے-مگر وہ جو دوسروں کے اشاروں پر رقص کرتے ہیں اور افغانستان کی جنگ کے شعلوں پر ہاتھ سیکتے ہیں، اس تاک میں بیٹھے ہیں کہ مذاکرات کا یہ منصوبہ ناکام ہو اور پرائی ایجنڈے کو دوام ملے۔

بین الافغانی مذاکرات میں میڈیا پر عائد پابندیاں

عبدالستار سعید

شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال ہو کہ بین الافغانی مذاکرات کے آغاز جیسے اہم مرحلے میں کسی بھی میڈیا نمائندے نے طالبان کے ایک اہم سیاسی رکن شیر محمد عباس ستانکزئی صاحب کا انٹرویو نہیں کیا؟ اسی طرح دو یا تین میڈیا چینلز کے علاوہ کسی ٹیلی ویژن چینل یا ریڈیو نے امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کو اظہار خیال کا موقع نہیں دیا۔ کیا اس امر کی طرف آپ متوجہ ہوئے کہ کابل کے تمام ترمیڈیا اور ان کے 4 صحافیوں کے تجزیہ اور سوالات صرف جنگ بندی، جمہوریت اور خواتین کے حقوق کے بارے میں تھے، کیا یہ محض اتفاق تھا یا اس کے پیچھے ایک مخفی قوت تھی جنہوں نے ان میڈیا نمائندوں کو صرف یہی سوالات کرنے کی تلقین کی تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ کابل انتظامیہ جنگ میں میڈیا کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے بعد اب مذاکرات میں بھی ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے "آزادی اظہار رائے" کو اپنا نعرہ بنایا ہوا ہے اور اسے اپنی حکومت کی کامیابی قرار دیتے ہیں لیکن میڈیا کو اسی انتظامیہ کی جانب سے سخت ترین سنسر شپ کا سامنا ہے۔ اور اپنی تمام تر توانائیاں میڈیا کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے پر لگا رہے ہیں۔

دوحہ میں بین الافغانی مذاکرات کے آغاز سے کچھ روز قبل ہی صدارتی محل میں کابل کے وزارت اطلاعات کے ایک اعلیٰ عہدیدار لطیف محمود نے اہم میڈیا نمائندوں، ٹی وی اور ریڈیو چینلز مالکان کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان ملاقاتوں میں صدارتی محل سے تمام میڈیا نمائندوں کو بتایا گیا کہ مذاکرات کا یہ سلسلہ نہایت اہم ہے اور میڈیا کو چاہیے کہ وہ ہماری ہدایات کے مطابق عمل کریں۔

انہوں نے میڈیا سے مطالبہ کیا کہ وہ ہماری جانب سے بھیجی گئی مذاکراتی ٹیم کے ارکان کے مطالبات کی حمایت کرے۔ جمہوریت جسے کابل انتظامیہ اپنی بقا کا ضامن سمجھتی ہے، اس پر سب سے زیادہ زور دیا جائے اور طالبان کو بھی اسی پر راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے علاوہ طالبان کی باتوں کو میڈیا نشریات میں جگہ نہ دی جائے۔ طالبان کے دو اہم رہنماوں ذبیح اللہ مجاہد اور شیر محمد عباس ستانکزئی سے انٹرویو نہ کی جائے۔ اور اس پورے سلسلے میں میڈیا کابل انتظامیہ کے لیے ایک پروپیگنڈہ کا کام بھرپور طریقے سے کرے۔

کابل میں آزاد میڈیا کے متعدد صحافیوں نے کہا ہے کہ حکومت کی جانب سے جس قسم کے سخت سنسر شپ کا ہمیں آج سامنا ہے اس سے قبل بالکل نہیں تھا۔ میڈیا کو مجبور کیا گیا ہے کہ مذاکرات کے دوران صرف کابل انتظامیہ کی ٹیم کے موقف کو سراہا جائے اور اسے لوگوں کے سامنے معتدل اور مثبت طور پر پیش کرے۔

جو افغان صحافی مذاکراتی عمل کے افتتاحی پروگرام کی کوریج کے لیے خصوصی طور پر کابل سے قطر پہنچے تھے انہوں نے شکایت کی کہ کابل انتظامیہ نے انہیں دو دن سے زیادہ قطر میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔

ان صحافیوں کا کہنا تھا کہ ایک ماہ کا ویزہ ہونے کے باوجود وزارت خارجہ نے انہیں دھمکی دی کہ وہ جلد از جلد کابل واپس پہنچ جائیں۔ کیوں کہ انہیں خوف تھا کہ پروگرام کے بعد یہ صحافی طالبان نمائندوں کا انٹرویو کریں گے جس سے دنیا میں ان کا پیغام پہنچ جائے گا۔ اس لیے بہت سے صحافیوں کو واپس کابل بلا لیا گیا۔

کابل انتظامیہ کی جانب سے میڈیا نمائندوں کو ہراساں کرنا اور اس حساس مرحلے پر میڈیا کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا ایک جانب آزادی اظہار رائے کے خلاف عمل ہے جبکہ دوسری جانب ایک اہم سیاسی مسئلے کے بارے میں لوگوں کو غلط معلومات فراہم کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ عوام کی آنکھوں سے اصل حقائق چھپا کر مسخ شدہ شکل میں ان کے سامنے لائے جا رہے ہیں۔

ترقی کے نام پر انیس سالہ جرائم کا دفاع

بلال کریمی

قریب بیس سال پہلے سنہ 2001 سات اکتوبر کو امریکا کی سربراہی میں نیٹو کے عنوان سے مغرب کے عسکری اتحاد نے وطن عزیز پر ہجوم یلغار کر دی۔ انہوں نے افغان قوم

پر کروز میزائل اور بی باون لڑاکا طیاروں سے بمباری کے ساتھ ساتھ سیٹلائٹ کے ذریعہ افغان ذہنیت کو بدلنے، تشویش میں ڈالنے اور اجنبی راستوں پر چلانے کے لیے ریڈیو پر نشریات بھی شروع کر دیں۔

اگرچہ وائس آف امریکا اور بی بی سی کے ریڈیو اسٹیشن پہلے سے ان کی خدمت میں مصروف تھے اور استعمار کو جواز دینے کے لیے دلیل فراہم کر رہے تھے مگر امریکا اور اتحادیوں نے یلغار کے ساتھ برملا پروپیگنڈے کی تیاری کر رکھی تھی۔ اس وقت کے امریکی صدر بش نے ایک بیان میں کہا تھا کہ ہماری جنگ پچاس فیصد پروپیگنڈے پر مبنی ہے۔ غاصب قوتوں کے قبضہ کے ساتھ ملک میں وہ سب کچھ شروع ہو گیا جو اس وقت بھی جاری ہے۔

—ناجائز قبضہ کی اسی ابتداء کے ساتھ ملک میں مغرب سے وہ سیکولر اور پرایوں کے آلہ کار عناصر برآمد کیے گئے اور اقتدار کی کرسیوں پر براجمان کیے گئے جو صرف نام کے افغانی تھے۔ ان کا بود و باش مکمل مغربی تہذیب میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ متعلقہ ممالک کی طرف سے اپنے مفادات کے لیے استعمال ہوئے تھے۔

—اس کے ساتھ ہی اندرون ملک میں شر اور فساد کے وہ گروہ اور افراد قوم پر مسلط کیے گئے جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ بے گناہ افغانوں کے خون سے رنگے تھے۔ جنہیں بہت پہلے قوم کی جانب سے مسترد کر دیا گیا تھا۔

—افغان ملت کی آزادی سلب کی گئی۔ زمین اور فضاء پر استعماری ٹولہ نے مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ جو اب تک برقرار ہے۔

جس وقت امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا اور امارتِ اسلامیہ کی قیادت تلے مجاہدین مقابلہ کر رہے تھے تو شر و فساد گروہ کے سابق سربراہ استاد ربانی نے امریکا سے مطالبہ کیا کہ طالبان کی صفوں پر بڑے بڑے بم گرائے جائیں۔

—اسی طرح جب امریکی غاصبوں نے ننگرہار میں بموں کی ماں (ام القنابل) کے نام سے سب سے بڑا غیر ایٹمی بم استعمال کیا تو شاہ حسین نامی کٹھ پتلی انتظامیہ کے ایک ترجمان نے اس کا خیر مقدم کیا اور مزید کہا کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو ہم پھر بھی اس طرح کے بموں کے استعمال کا مطالبہ کریں گے۔

—وزارتوں اور اہم کمیشنز میں بیرونی مشیروں کا تقرر ہوا تاکہ تمام افعال، قوانین اور دیگر اقدامات انہیں بیرونی مشیروں کے مشوروں اور نگرانی میں سرانجام دیئے جائیں۔

—اداروں، مکاتب اور تمام سرکاری و غیر سرکاری مقامات پر مردوں اور عورتوں کے مشترک کام اور بے مہابا اختلاط کا ماحول ترقی، مساوات اور ڈیموکریسی کے عنوان کے تحت نافذ کر دیا گیا۔

—نئی نسل کی اغواکاری، کھلی فحاشی کی ترویج، اداکاری اور بیرون سے برآمد کیے گئے تمام غیر اسلامی اور غیر افغانی رسومات کو فروغ دینے کے لیے نئے طرز سے ڈھول بجایا گیا۔

—علماء، صوفیاء اور ملک کی نامور اور اعتدال پسند شخصیات کی تحقیر کی گئی۔ ملکی تہذیب، قومی مفادات کا ٹھٹھہ اڑایا گیا۔ ملک کی ثقافت مسخر اور مذہبی مقدسات کی توہین کی گئی۔

—جمہوریت کے نام پر اہل وطن کی ایسی مظالم ڈھائی گئیں کہ جو بھی جارحیت اور استعمار کی حمایت یافتہ انتظامیہ کو تسلیم نہ کرتا تو اس کا گھر بمباری کا نشانہ بنایا جاتا۔ چھاپہ کی نذر ہو جاتا۔ یا اس کے خلاف کیسوں کا پنڈورا بکس کھلتا اور مختلف بہانوں سے قتل کیا جاتا یا پھر وحشت بھری جیلوں اور سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا۔

—جس طرح پہلے ذکر ہوا ملک میں وہ نفرت زدہ، بگڑی اور غیروں کی آلہ کار شخصیات جو امارتِ اسلامیہ کے دورِ اقتدار میں چند محدود علاقوں کے سوا ملک بھر سے نکالی گئی تھی استعمار کی برکت سے ایک دفعہ پھر یکجا ہو گئیں اور مظلوم ملت پر مسلط کر دی گئیں۔

—استعمار کے نتیجہ میں اقتدار اور ڈالروں کے نشہ میں ایسی بدمست ہو گئیں کہ

کرپشن، رشوت، زمینوں پر ناجائز قبضہ، ملکی سرمایہ کی لوٹ مار ایک عام مشغلہ بن گیا۔

—— تین ملین سے زیادہ نوجوان منشیات کے عادی بن گئے۔ہزاروں ملک سے بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔اور صدارتی محل سے چند کلو میٹر میں لوگ آسمان کے سایہ تلے خیموں میں ٹھنڈ اور بھوک سے زندگی کی بازی ہار گئے۔

—— استعمار کے نتیجہ میں ایک بنیادی آئین کو وجود دیا گیا جس کے ایک مادے پر بھی عمل ہوتا نظر نہیں آیا۔

—— جانگیری کے اشارے پر کٹھ پتلی سسٹم کا قیام اور اسی طرح ایک ملین سے کم ووٹوں کی بنیاد پر دو افراد کا علیحدہ علیحدہ تقاریب میں اپنے آپ کو صدر منتخب کرنے کا اعلان وہ کچھ ہے جو گزشتہ انیس سال کے دوران وجود پذیر ہوگئے۔

—— استعماری ٹولہ نے اندرونی مزدوروں کی مدد سے ان نوجوانوں کو جو معاشرہ میں دھتکارے ہوئے تھے۔ مختلف جرائم میں ملوث تھے۔ نشہ کے عادی تھے یا پرانے کیمونسٹوں کی بے سہارا وارث تھے، انہیں ڈالروں اور دیگر انعامات کی لالچ دے کر فوج، پولیس اور دیگر ناموں سے بھرتی کر کے جمع کیا گیا۔ انھیں افغان ملت کے قتل، لوٹ مار، بے عزتی اور جاسوسی کے لیے استعمال کیا گیا۔

—— ان کو امریکی غاصبین کی جانب سے جنگی تربیت دی گئی۔ یونیفارم، اسلحہ، ٹینک، جہاز، آمدنی اور دیگر تمام وسائل کا انتظام کیا گیا۔وطن کے دفاع کا نعرہ دے کر ان سے بیرونی آقاوں نے اپنی موجودگی میں اپنے اہل وطن، غریب، لاچار اور بے سہارا افغانوں کو ظلم کی چکی میں پسوایا۔

—— انہوں نے گزشتہ انیس سال کے دوران میں کوئی ایسا گھر نہیں چھوڑا جس پہ چھاپہ نہ مارا ہو۔بمباری نہ کی ہو۔ توپ اور میزائل کا وار نہ کیا ہو۔یا پھر امریکی ڈرون اور دیگر کے لیے جاسوسی کر کے نشانہ نہ بنایا ہو۔

—— انہوں نے اسی طرح طالبان اور القاعدہ اور دیگر ناموں سے ہزاروں اہل وطن کو تہ تیغ کیا۔انہیں قیدی بنایا اور گھر چھوڑنے پر مجبور کیا۔

—— اسی طرح غلام ذہنیت کے اس قافلہ طاغوت نے استعماری قوتوں کی حمایت میں مدارس، صحت کے مراکز، بازار اور اسکولوں کو بمباری کا نشانہ بنایا۔ قرآنِ کریم کے حفاظ، طالب علم، خواتین، بچوں اور غریب افغانوں کو نیند کی آغوش میں بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہاں تک کہ بعض واقعات میں خود غاصب قوتوں نے بھی مظالم کا اعتراف کیا اور معافی طلب کی، لیکن اندرونی غلاموں کا پھر بھی اصرار رہا کہ نہیں جی! غیر ملکی جنگجو اور طالبان کمانڈر مارے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گزشتہ انیس سالوں میں ملک کے عوام پر استعماری ٹولہ، داخلی فوج، پولیس، وحشی ملیشیا اور انٹیلی جنس کے افراد کی جانب سے تاریخ کے وہ مظالم ڈھائے گئے جن کی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی۔

اوپر درج ذیل نکات سورج کی طرح واضح ہیں، کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ تاریخ بھی اسے اپنے سینہ میں محفوظ رکھے گی۔مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ اور اس کے علاوہ وہ ناگفتہ بہ حالات جو قلمبند نہ ہو سکے، انہیں استعماری ٹولہ اور کٹھ پتلی انتظامیہ اپنی انیس سالہ ترقی قرار دیتی ہے۔ ہر وقت میڈیا پر اس کی حفاظت اور بقاء کے لیے پرعزم رہنے کے بیانات جاری کیے جاتے ہیں۔

کابل انتظامیہ میڈیا اور دیگر طریقوں کا استعمال کرتے ہوئے انتھک جدوجہد میں لگی ہے کہ کسی طرح اقتدار کو بقا بخشے۔وہ منظم طور پر حقائق میں تحریف کرتے ہیں تاکہ استعمار کے نتیجہ میں پیدا شدہ یہ مغرب زدہ اور کٹھ پتلی نظام باقی رہے۔

اختتام:

چودہ سو سال پہلے جب خیر القرون کا زمانہ تھا اور خلافت راشدہ کے چڑھتے سورج کی کرنیں دنیا میں تیزی سے پھیلتی جا رہی تھیں۔اس وقت اس سرزمین کے باسیوں نے اسلام کے مقدس دین کو گلے لگایا۔ بہت خلوص اور محبت سے اسے لبیک کہا۔اور اس طرح یہ جغرافیہ اسلام کے دین متین سے مزین ہوگیا۔

یہ سرزمین جو ابتداء سے طبعی طور پر بہادروں اور عبقری لوگوں کا گہوارہ تھی۔اسلام کے دین مبین کے آنے کے ساتھ ہی اس میں قربانی کا باب مزید تازہ ہوگیا علم اور عرفان کے دیئے روشن ہوئے۔ابوداود، عبدالرحمان جامی، خواجہ عبداللہ انصاری، مولنا بلخی، محمود غزنوی، حکیم سنائی رحمھم اللہ اور دیگر مشاہیر نے یہاں نشونما پائی۔

یہاں ایک سچی، مسلمان، بہادر اور آزاد قوم ابھری۔ایسی قوم جس نے اسلام کو دل میں جگہ دی۔ گزشتہ چودہ سو سال میں اس قوم نے دنیا کے ہر غاصب اور جارح کو زمین پر گرایا ہے اور اپنی سرزمین سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔اسی ملت نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے چنگیز، تیمور، انگریز اور سوویت یونین کی گردنوں کو مروڑا ہے۔اور اب عالمی سپر طاقت امریکا اور نیٹو کو اپنی بھرم اور غرور سمیت زیر زمین کر دیا۔خلاصہ یہ کہ یہاں ایک جیتی جاگتی اور اسلام کے دشمنوں کے ہر طرح کے مکر وفریب اور نیرنگیوں سے آگاہ قوم رہتی ہے۔

وہ مظالم جو استعمار کے انیس سالہ دورانیہ میں اس مظلوم ملت کے خلاف سرانجام دیئے گئے کبھی بھلائے نہیں جائیں گے۔یہ قوم انہیں اپنے حافظہ میں محفوظ رکھے گی اور کبھی انہیں ترقی اور کامیابی کے عنوان میں ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کرے گی۔

ان شاءاللہ

ترتیب وترجمہ: سید افغان

ڈاکٹر محمد نعیم وردگ کی افغان نجی ٹی وی سے تازہ ترین گفتگو کے چند اہم نکات

>مذاکرات کے حوالے سے قوم کو آگاہی دینا قوم کا مسلمہ حق ہے۔ لیکن جن باتوں پر اتفاق رائے قائم نہ ہوئی ہو اس کو شریک کرنا لازم نہیں سمجھتے۔ جس وقت یہ اتفاقِ رائے سامنے آئے گی اسی وقت قوم کو سب کچھ بتائیں گے۔

> کابل انتظامیہ کو بحیثیت حکومت تسلیم کیا تھا نہ ان کے ساتھ بطورِ حکومت معاملات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جو نظام کابل انتظامیہ کی سرپرستی میں قائم ہے وہ قوم کے عقیدے، تمناؤں اور مطالبات کے مخالف ہے۔

>ہم قوم کی نمائندگی میں وہ نظام چاہتے ہیں جو اسلامی ہو، کرپشن سے پاک ہو، خود بھی اخلاقیات پر مبنی ہو اور دوسروں کو بھی یہی درس دیتا ہو۔

>ہم بھی چاہتے ہیں کہ چالیس سال سے مسلط کردہ جنگ انتہاء کو پہنچے، موجودہ مسائل ختم ہوں اور امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس لیے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عظیم مقصد ایک یا دو دن میں حاصل نہیں ہو سکتا۔

>ہم اپنے عوام سے رابطہ میں ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ ایک آزاد، خود مختار اور سچے اسلامی نظام کے خواہاں ہیں۔ ہمارا مبارزہ انہیں عوام کے لیے ہے اور یہی قوم ہماری پشت پر کھڑی ہے۔

> امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ میں کوئی خفیہ دستاویز نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے وہ قوم کے سامنے تحریری شکل میں موجود ہے اور وہی ہے جس کی کاپیاں میڈیا میں اسی وقت شائع ہوئیں۔

>جو لوگ ہمارے درمیان اختلاف اور انتشار کی باتیں پھیلاتے ہیں اور منفی پروپیگنڈا کرتے ہیں انہیں کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ سیز فائر کے وقت ہمارا اتحاد اور یکجہتی دنیا پر کھلم کھلا آشکارا ہو گئی جس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

> امارتِ اسلامیہ اپنے فیصلوں میں بالکل آزاد اور خود مختار ہے۔ آج تک کسی کی فرمائش اور فہمائش قبول نہیں کی۔

>ہم کہتے ہیں سیز فائر سے پہلے وہ عوامل اور اسباب ختم کر دینے چاہییں جن کی وجہ سے یہ جنگ کی صورت حال پیش آئی ہے تاکہ پھر ایسی صورت حال کا سامنا نہ ہو۔

> ہم عارضی جنگ بندی کبھی نہیں چاہتے۔

>امارتِ اسلامیہ تمام افغانوں پر مشتمل ایک ہمہ جہت نظام ہے اور عملی طور پر اپنے عوام کی نمائندگی کرتی ہے اور انہیں کے مشکلات کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔ ساتھ ہی امارتِ اسلامیہ اور سب افغان ایک جان وجسد کی مانند یک مشت ہیں کوئی تفرقہ نہیں ہے۔

>ہم پر جارحیت ہوئی ہے۔ ہمارے اسلامی نظام کو درہم برہم کیا گیا ہے۔ ہمارے خلاف ہر طرح کے حربے استعمال کیے گئے۔ ہم دفاعی حالت میں تھے اور اب بھی ہیں۔ ہم ابتداء سے اسلامی نظام کی حاکمیت اور آزاد و خود مختار افغانستان چاہتے تھے اور اب بھی چاہتے ہیں۔

>یہ بات میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج عارضی طور پر جنگ بندی ہو گی تو کل کو پھر سے جنگ شروع ہو گی۔ ہم اس طرح کا حل نہیں چاہتے۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ دائمی امن قائم ہو اور ہمیشہ کے لیے جنگ ختم ہو، نہ یہ کہ وقتی اور جزوی طور پر۔

>ہماری کوشش ہے کہ ان عوامل کو ختم کریں جن کی وجہ سے یہ جنگ جاری ہے اور اسی مقصد کے لیے یہ مذاکرات جاری ہیں۔

>ہم مجموعی طور پر ایسا نظام چاہتے ہیں جو قوم کے خوابوں کی تعبیر اور ان کے مطالبات کی تکمیل ہو۔

>خواتین کے حقوق کے حوالہ سے ایک بات کی واضح کرتا ہوں کہ ہمارا سابقہ دور ایک ایسے وقت میں آیا جب ملک ملوک الطوائفی کی حالت سے گزر رہا تھا اور وطنِ عزیز مختلف مشکلات کا سامنا کر رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود خواتین کی تعلیم جاری تھی۔ خواتین ہسپتالوں میں کام کرتی تھیں۔ دیگر اداروں میں خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

> ہم پوری دنیا سے دوطرفہ احترام پر مبنی تعلقات چاہتے ہیں۔ کسی کے خلاف جارحیت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں نہ کسی اور کو اپنے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت دیتے ہیں۔

>عورتوں کو تعلیم اور دیگر مواقع میں وہ تمام حقوق دینے کا اپنے کو پابند سمجھتے ہیں جو اسلام کے مبارک دین نے انہیں عطا کیے ہیں۔

>ہم نہیں چاہتے کہ خواتین کو برائے نام ہر کام میں شریک کریں اور پھر ان کو حقوق دینے کی بجائے ان کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کریں۔

>ہر وہ حق جو اسلام اور افغانی کلچر سے متصادم ہو ہم اس کو حق نہیں سمجھتے۔

>ہماری پالیسی بڑی واضح ہے۔ ہم آزاد لوگ ہیں۔ کسی دباو میں نہیں آئیں گے۔

>کرسی اور اقتدار ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے، ہماری تمنا، ہماری آرزو اور ہماری امیدیں صرف اور صرف آزاد اور خود مختار اسلامی نظام سے بندھی ہیں اور یہی ہمارا مقصد ہے۔

انٹرا افغان ڈائیلاگ کے لیے طالبان امریکا معاہدہ کیوں بنیاد ہو؟

موسیٰ فرہاد

امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان مذاکرات کے وقت بنیادی طور پر اختلاف ایجنڈے کے تعین پر تھا، کیوں کہ ایجنڈا ہی طرفین کے مفاد کا ترجمان ہوتا ہے۔ امارت اسلامیہ ایجنڈے میں صرف دو موضوعات "جارحیت کا خاتمہ اور اور افغان سرزمین دیگر مسلح گروہوں کے لیے استعمال نہ کرنے کی یقین دہانی" کو ایجنڈے میں رکھنا چاہتی تھی۔ جب کہ امریکا کی خواہش چار موضوعات کو ایجنڈے کا حصہ بنانے کی تھی۔ دو موضوعات پر طالبان کے ساتھ اتفاق تھا یعنی (جارحیت کا خاتمہ اور افغان سرزمین دیگر مسلح گروہوں کے خلاف استعمال نہ کرنے کی یقین دہانی) تیسرا یہ کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات ہونے چاہیے، چوتھا یہ کہ مکمل سیز فائر ہو۔ مؤخر الذکر دو موضوعات چوں کہ کابل انتظامیہ کے مفاد میں تھے اس لیے کابل انتظامیہ کے زیر اثر میڈیا اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہا۔ امارت اسلامیہ کا اصولی موقف یہ تھا کہ مؤخر الذکر دو باتیں ہماری اور کابل انتظامیہ کے گھر کی باتیں ہیں اس لیے اسے بیرونی لوگوں کی بجائے گھر کے اندر آپس میں ہی حل کرنا چاہیے۔ یہ چوں کہ اصولی موقف تھا اس لیے امریکا کے نمائندے زلمے خلیل زاد کے لیے اس سے انحراف کی کوئی راہ نہیں تھی، اس لیے اسی پر راضی ہو گئے اور طالبان کی جانب سے تجویز کردہ دو نکات ہی کو ایجنڈے میں شامل کر لیا۔ اسی مرحلے پر دونوں فریقین نے معمولی تغیر کے ساتھ ایک نکتے پر اتفاق کیا، وہ یہ کہ سیز فائر کو تو طالبان کے مطالبے پر ایجنڈے سے خارج کر دیا گیا، طالبان نے بھی سیز فائر کے مطالبے کو اس اضافے کے ساتھ تسلیم کر لیا کہ اس پر زلمے خلیل زاد کے ساتھ مذاکرات کے دوران بات نہیں ہوگی بلکہ انٹرا افغان ڈائیلاگ کے مرحلے میں اس پر بحث ہوگی۔

اسی تسلسل میں مذاکراتی سلسلہ بھی آگے بڑھا اور بالآخر دونوں فریق ایک حد پر پہنچ گئے۔ اسی مذاکراتی سلسلے کے دوران کابل انتظامیہ اگرچہ الٹے سیدھے بیانات دیتی رہی لیکن مجموعی طور پر وہ اس پراسس سے مطمئن تھی اور معاہدے پر دستخط ہونے تک وہ امریکا کے ساتھ تمام معاملات اور فیصلوں پر اتفاق کرتی رہی۔ اسی معاہدے کے نتیجے میں طالبان قیدیوں کو رہا کیا گیا، رہائی کا سلسلہ اگرچہ سست روی کا شکار تھا لیکن بہر حال رہا اسی معاہدے کے تحت رہائی کی گئی۔ اس کے بعد انٹرا افغان ڈائیلاگ کے لیے کابل انتظامیہ کی مذاکراتی ٹیم بھی دوحہ معاہدے کی شرائط کے تحت ہی تشکیل دی گئی، جس میں یہ بنیادی شرط رکھی گئی تھی کہ مذاکراتی ٹیم صرف سرکاری اہلکاروں پر مشتمل نہیں ہوگی بلکہ اس میں تمام اسٹیک ہولڈرز کی نمائندگی ہوگی۔ اس سے یہ صاف واضح ہے کہ ابتدا میں کابل انتظامیہ دوحہ معاہدے پر راضی تھی اور انھیں اس معاہدے کی قانونی حیثیت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں تھا۔

جب دوحہ مذاکرات سے قبل کابل انتظامیہ ہی کے اصرار پر ایجنڈے میں اپنے مفاد سے متعلق دو نکات شامل کرنے کی تاکید ہوئی، مذاکرات کے وقت اس کی قانونی حیثیت پر کوئی سوال نہیں ہوا، فریقین کے درمیان مذاکرات ہو گئے، جس کی قانونی حیثیت امریکا، اقوام متحدہ، سلامتی کونسل، اسلامی کانفرنس، 36 ممالک کے سفرا، خود کابل انتظامیہ اور دیگر پڑوسی ممالک نے تسلیم کر لی، جس میں افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کی بات بھی شامل تھی تو اب دوحہ مذاکرات کی قانونی حیثیت پر کس اعتبار سے سوالات کیے جاتے ہیں؟ اتنے سارے ممالک کی تائید و توثیق سے یہ معاہدہ بین الاقوامی سطح پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب جو بھی فریق اس سے روگردانی کرے گا یا انٹرا افغان ڈائیلاگ کے لیے اسے بنیاد تسلیم کرنے سے انکار کرے گا تو وہ خود ہی حالات کا ذمہ دار ہے۔ اس کے بعد امارت اسلامیہ کے پاس کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کرنے نہ کرنے کا آپشن بھی ہوگا، اگر کریں گے تو کس بنیاد پر؟ یہ بھی انہی کی مرضی سے طے ہوگا کیوں کہ کابل انتظامیہ نے تو عملاً دوحہ مذاکرات سے خود کو لاتعلق رکھا ہے۔

کابل انتظامیہ نے اپنے موقف میں دو متضاد باتیں پیش کی ہیں۔ ایک یہ کہ مذاکرت لویہ جرگہ کے فیصلوں کی بنیاد پر ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ چوں کہ کابل انتظامیہ کا امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدہ ہے اور لویہ جرگہ کا اعلامیہ بھی امریکی نمائندوں کی رضامندی اور معیت میں جاری کیا گیا، اس لیے مذاکرات میں انہی کو بنیاد بنایا جائے۔ اس دلیل کی رو سے قطعی طور پر لویہ جرگہ کے فیصلوں کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا، اس لیے کہ سیکورٹی کے نام نہاد معاہدات اور لویہ جرگہ کے فیصلے امارت اسلامیہ نے اسی وقت مسترد کر دیے تھے۔ اس کے برعکس کابل انتظامیہ نے دوحہ مذاکرات کی قانونی حیثیت تسلیم کر لی ہے۔ اس لیے یہ معاملہ عقل و خرد کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو دوحہ مذاکرات کو بنیاد بنانے کا موقف زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرا یہ کہ لویہ جرگہ دوحہ معاہدے سے انکار کے لیے نہیں بلایا گیا تھا بلکہ اسے تو چار سو قیدیوں کی رہائی کی منظوری لینے کے لیے بلایا گیا تھا، کیوں کہ اشرف غنی نے واضح طور پر کہا تھا کہ قیدیوں کی رہائی کا اختیار میرے پاس نہیں ہے۔ لہٰذا لویہ جرگہ کے اعلامیے کو دلیل بنا کر اسے مذاکرات کے لیے بنیاد بنانے کی بات کسی طرح درست نہیں ہے۔ امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدے کی بات تب تسلیم کر لی جاتی جب یہ معاہدہ برقرار رہتا۔ اب تو امریکا نے امارت اسلامیہ کے ساتھ معاہدے میں مکمل انخلا کی تاریخ کا تعین کر کے خود ہی وہ تمام معاملات توڑ دیے۔ اب تو ان معاہدات کی کوئی حیثیت باقی نہیں۔

لہٰذا دوحہ مذاکرات کو انٹرا افغان ڈائیلاگ کے لیے بطور بنیاد تسلیم کیا جائے تاکہ وطن عزیز میں امن کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر ہو، کیوں کہ یہ ایسا فورم ہے جس کی قانونی حیثیت دنیا نے تسلیم کر لی، اب نئے سرے سے نئے فورمز تشکیل دینا معاملے کو طول دینے کے سوا کچھ نہیں۔

بین الافغانی مذاکرات پس چہ باید کرد

محمود احمد نوید

12 ستمبر 2020 افغانستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور تاریخی دن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ یہ دن اس حوالے سے نہایت اہم ہے کہ دنیا نے افغانستان کے باہم مخالف فریقوں کو ایک ہی چھت کے نیچے مذاکرات کی میز پر معاملات سلجھاتے ہوئے دیکھا۔ مخالف فریقوں نے ایک دوسرے کو سنا اور افغانستان کے مسئلے کو باہمی تفاہم کے ذریعے حل کرنے کی سنجیدہ کوشش پر اتفاق کیا۔ امارت اسلامیہ نے بھی دوحہ معاہدے کے بعد افغانستان میں قیام امن کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔ ویسے بھی آج اگر افغانستان اقوام عالم میں غیرت و حمیت کی ایک پہچان رکھتا ہے تو وہ پچھلے بیس سالوں سے امریکی جارحیت کے مقابلے میں مجاہدین کی تاریخی مقاومت اور ان کی قربانیوں کی بدولت عطا ہوا ہے۔ انہی قربانیوں کی وجہ سے انہوں نے دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ ہم آزاد و خود مختار لوگ ہیں۔ اپنے وطن میں قرآن کی حاکمیت سے کم کسی مطالبے پر نہ قانع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے کم پر سوچ سکتے ہیں۔ بالآخر وہ دن بھی آیا جس کا انہوں نے اپنے ملک کے باشندوں سے وعدہ کیا تھا کہ مدمقابل کو فضا سے اتار کر مذاکرات کی ٹیبل پر لائیں گے اور اسے اتار ہی دیا۔ 12 ستمبر کو پوری دنیا نے طالبان کی سادہ طرز زندگی، ان کی وقار و متانت، اخلاص وللہیت اور اپنے نصب العین کے ساتھ غیر معمولی کمٹمنٹ اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ جب وہ ہال میں داخل ہوئے تو ان کی چال دیگر ممالک کے سربراہوں کے برعکس مصنوعیت سے خالی تھی، ان کی قلندرانہ چال کی بدولت دنیا نہ صرف ان کے سامنے دست بستہ کھڑی تھی بلکہ اپنے نصب العین کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرنے پر انہیں داد بھی دے رہی تھی۔ امارت اسلامیہ کی ان کامیابیوں کے پیچھے وہ دعائیں اور توکل ہے جو وہ بے سروسامانی کی حالت میں انہوں نے اختیار کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ اس دن کو مشرق و مغرب کے ممالک کے سربراہان اور وزرائے خارجہ جمع ہو گئے تھے تاکہ طالبان کو قریب سے دیکھ سکیں، انہیں سن اور سمجھ سکیں۔ طالبان نے جب اپنے مدمقابل کو میدان جنگ سے مذاکرات کی میز پر لایا تو دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ جس طرح وہ میدان جنگ میں اپنے وطن اور اسلامی اقدار کے لیے بے تیغ لڑتے رہے اسی طرح سیاسی میدان میں بھی مذاکرات کی میز پر وہ کسی بھی دوسری طاقت سے بہتر انداز میں اپنا مقدمہ لڑ سکتے ہیں۔

جب ملا عبد الغنی برادر صاحب افغانستان کے غیور مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر بات کر رہے تھے تو ایسا محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ جیل سے رہا ہو کر آئے ہیں اور نہ ہی وہ کوئی جنگی میدان کے آدمی لگ رہے تھے، بلکہ وہ ایک کامیاب اور تجربہ کار ڈپلومیٹ کی طرح رواں اور شستہ زبان میں اپنا اور پوری قوم کا مقدمہ پیش کرتے رہے۔ ماضی کے واقعات کو چھیڑنے کی بجائے مختصر اور پر اثر جملوں میں اپنے ساتھیوں کی قربانیوں کا تذکرہ کیا، دنیا کو یہ بتلا دیا کہ طالبان وطن دوست اور عوام دوست ہیں۔ ان کی جِدوجہد کا واحد مقصد اپنے وطن کی آزادی و خود مختاری اور ملک و ملت کو ہمہ نوع بحرانوں سے نکالنا ہے۔ وہ بات چیت کے ذریعے مسائل کے حل کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ بات چیت میں ان اسباب وعلل کا تذکرہ کیا جائے جس سے بحرانوں نے جنم لیا ہوتا ہے، تاکہ پہلی فرصت میں ان اسباب کا تدارک کیا جائے جس سے مسائل کے حل کی راہ میں رکاوٹیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ ملا برادر صاحب کے مدبرانہ موقف و گفتگو نے سامعین کی توجہ حاصل کی، ان کی تقریر کو نیک فالی پر محمول کیا گیا۔ مذاکرات میں شریک بہت سارے وہ لوگ جو مذاکرات میں طالبان کی سنجیدگی پر شک کرتے تھے انہوں نے بھی ملا صاحب کی گفتگو کی تعریف اور ان کی سنجیدگی کا اقرار کیا۔

اب جب انٹرا افغان ڈائیلاگ کا عمل باقاعدہ طور پر شروع ہو چکا اور افغانستان کے بہتر مستقبل کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کا وقت آپہنچا تو اب کسی کو طالبان کے اخلاص میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اب افغانستان کے مسئلے سے منسلک تمام اسٹیک ہولڈرز کو ایک دوسرے پر اعتماد کر کے تمام مسائل کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ عہد کی پاس داری، صداقت و دیانت میں طالبان کو رول ماڈل بنانا چاہیے۔ انہیں اب یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ طالبان کا موقف لوچ و لچک سے خالی ہے اس لیے کہ ان کا نصب العین نیک اور مقاصد اعلیٰ وارفع ہیں۔ وہ معاہدوں کی پاس داری کرنے والے ہیں۔ امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدے کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ فروری سے آج تک ان کی جانب سے معاہدے کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی گئی۔ افغانستان کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کر کے طالبان کی طرح افغان قوم کو حقیقی معنوں میں ایک قوم بنا لینا چاہیے تاکہ مستقبل میں کسی جارح قوت کو جارحیت کا موقع ہی نہ ملے۔

بین الافغان مذاکرات اور ایوانِ صدر سے ہرزہ سرائیاں

ہارون بلخی

افغانستان پر چار دہائیوں سے جنگ مسلط ہے۔ جنگ کا آغاز سابق سوویت یونین نے کیا، جو تقریباً 14 سال تک جاری رہی۔ جس میں لاکھوں افغان شہید، زخمی، معذور، قید، مہاجر اور لاپتہ ہوئے۔ جب روس کی شکست اور نجیب کٹھ پتلی رژیم کا خاتمہ ہوا، تو مجاہدین کابل میں داخل ہو کر آپس میں لڑ پڑے، جس سے خانہ جنگی شروع ہوئی، جو پانچ سال تک جاری رہی۔ اس دوران طالبان کا ظہور ہوا اور اس تحریک نے خانہ جنگی ختم کردی۔ ملک کے 90 فی صد رقبے پر امن وامان برقرار اور اسلامی نظام نافذ کردیا گیا۔ لیکن کچھ مفاد پرست عناصر، اسلام دشمن قوتوں اور بیرونی ممالک کے مخبروں کو افغانستان میں امن وامان اور عوام کی پرسکون زندگی پسند نہ تھی۔ طالبان کی حکومت گرانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے رہتے، لیکن بار بار انہیں شرمندگی اور ناکامی کا سامنا ہوتا رہا، کیوں کہ افغان قوم طالبان کے شانہ بشانہ کھڑی تھی، آخر کار نیویارک اور واشنگٹن میں نائن الیون کا واقعہ پیش آیا، امریکا نے تحقیقات کے بغیر طالبان کو اس کا مورد الزام ٹھہرایا۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی اجازت سے دنیا بھر کے جدید ٹیکنالوجی سے لیس مغربی ممالک نے افغانستان پر حملہ کیا اور یہاں ایک خونریز لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا، جو تقریباً 19 سال تک جاری رہا۔ جس میں لاکھوں افغان شہری شہید، زخمی، بے گھر، معذور اور لاپتہ ہوئے۔ وحشت کی اس لہر نے ایسے مظالم انجام جنم دیے، جن کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے۔ شادی کی تقریبات، عوامی اجتماعات، جنازے، بازار وغیرہ کو جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا، لیکن افغان قوم اپنی جدوجہد سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹی۔ آخر کار امریکا نے ہوش سے کام لیا اور حقائق کا ادراک کرتے ہوئے جنگ کی بجائے مذاکرات کے ذریعے تنازع کو حل کرنے کا فیصلہ کیا۔

فروری 2018ء کو طالبان اور امریکا کے درمیان قطر میں مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا، جو 11 مہینے تک جاری رہا، جس میں بہت سے نشیب وفراز آئے اور آخر کار فریقین کے درمیان فروری 2019ء کو معاہدہ ہوا، جس کی رو سے امریکی افواج 14 ماہ میں افغانستان سے انخلا کریں گے۔ افغان سرزمین امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال نہیں کی جائیگی۔ دس دن کے اندر اندر کابل کی جیلوں میں قید 5000 طالبان قیدیوں کو امریکا رہا کرے گا اور طالبان کے حراستی مراکز میں بند ایک ہزار فوجیوں کو طالبان رہا کرینگے۔ اس کے فوراً بعد بین الافغان مذاکرات کا مرحلہ شروع ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے کابل انتظامیہ کے حکام بین الافغان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے مختلف بہانے تراشتے رہے۔ کبھی انس حقانی کی رہائی سرخ لکیر، کبھی جارح افواج کے قاتلوں کی رہائی ریڈ لائن، کبھی مغرب سے درآمدہ شدہ آئین کے تحفظ، کبھی نام نہاد ڈیموکریسی، کبھی حقوق نسواں وغیرہ میڈیا کی شہ سرخیاں بنتی رہی اور یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ لیکن آقا کی ایک کال سے تمام لکیریں عبور اور ان کی دھمکیاں ختم ہوگئیں۔

آخر کار 12 ستمبر 2020ء کو مملکت قطر کے صدر مقام دوحہ شہر میں بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہوا، جس میں افغانستان سے آنے والے افراد اور طالبان شریک ہیں۔ مذاکرات تادم تحریر جاری ہیں، جس میں اب تک پیشرفت کی اطلاع ملی ہے، البتہ بعض ذرائع مذاکرات کے نتائج کے لیے پرامید ہیں، تاہم میڈیا کی رپورٹ تاحال موصول نہ ہوسکیں۔ مذاکرات سبوتاژ کرنے کے لیے بیرونی ممالک سے کچھ خود غرض حلقے کوششیں کر رہے ہیں، مگر افغان عوام اسے نظر انداز کر رہے ہیں، کیوں کہ وہ غیر ذمہ دار افراد ہیں۔ غیر ذمہ دار افراد کی کوششیں رائیگاں ہوتی ہیں۔ افغانوں کو امن کی اشد ضرورت ہے، جسے ملحوظ رکھنا چاہیے، ہم

حالات کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ طالبان نے امن کے حوالے سے اپنی حسن نیت اور صداقت کا اظہار کیا ہے۔ اب تک اپنی فوجی، سیاسی اور میڈیا کے ذمہ داروں کو امن عمل کو نقصان پہنچانے والے اعمال سے منع کیا ہے، جنگ محدود اور بڑے حملے روک دیے ہیں، صرف دفاعی حالت میں ہیں۔ اس کے برعکس کابل انتظامیہ امن عمل کو مؤخر اور جنگ جاری رکھنے پر اصرار کر رہی ہے، تاکہ اپنے ذاتی مفادات کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس سلسلے میں بدقسمتی سے کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کے دو سیکریٹریز امراللہ صالح اور سرور دانش ایوان صدر میں موجود اور وہاں سے امن کے خلاف صدائیں بلند کر رہے ہیں۔

21 ستمبر امن کا عالمی دن تھا، اس دن ایوان صدر میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس سے مختلف افراد نے خطاب کیا، جن میں کابل انتظامیہ کے نائب صدر امراللہ صالح بھی شامل تھے۔ انہوں نے ابتدا میں امن کے حوالے سے بات چیت کی اور پھر ایک 180 ڈگری مکر گیا۔ طالبان، امن عمل اور اسلامی نظام کے نفاذ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ بین الافغان مذاکرات کے شرکاء کا خیر مقدم کرنے کی بجائے طالبان رہنماؤں پر لفظوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ ان پر اجنبی، غلام، کٹھ پتلی وغیرہ کے الزامات لگائے۔ اشرف غنی ان کے سامنے بیٹھے اور تالیاں بجا رہے ہیں۔

دوسری جانب کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے ایک دن کے بعد دونوں نائبین کے ہمراہ بامیان کا دورہ کیا۔ وہاں غنی کے خطاب کے بعد امراللہ صالح نے معمول کے مطابق ہرزہ سرائی کی اور عوام میں نفرت کی بیج بونے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن سب سے مضحکہ خیز اور قابل نفرت گفتگو اشرف غنی کے دوسرے سیکریٹری سرور دانش نے کی۔ انہوں نے نہ صرف امن عمل کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کی، بلکہ عظیم فاتح احمد شاہ ابدالی اور ان کے خاندان کی شان میں گستاخی کی، جس سے ملک بھر میں غم وغصہ پایا گیا اور ہزارہ برادری کے خلاف عوام میں نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ اپنے اشتعال انگیز بیان میں سرور دانش نے طالبان رہنماؤں کی توہین کی اور فرقہ ورانہ جنگ چھیڑنے کے لیے راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔

اگر میڈیا کی ٹاک شوز پر نگاہ ڈالی جائے، تو امن عمل میں رخنہ ڈالنے کے لیے ان نام نہاد دانشوروں کو گفتگو کے لے بلایا جاتا ہے جو سرکار کے اعلی عہدوں پر فائز اور جنگ طلب ہیں، جن کے خاندان مغربی ممالک میں رہائش پذیر ہیں اور وہ افغان قوم کا سرمایہ کو لوٹنے کے لیے ہی یہاں بیٹھے ہیں۔ ایک روز قبل ایک سیاسی تجزیہ نگار احمد سعیدی نے طالبان پر شدید تنقید کے علاوہ اسلامی نظام کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور اسے ایک پسماندہ اور موجودہ دنیا کے قوانین سے متصادم نظام کہا۔ اس سے قبل ایک ٹی وی ٹاک شو میں سابق کمیونسٹ اور اشرف غنی کے دست راست انجینئر فکور نے برملا کہا کہ حقوق نسواں اسلام کی روشنی میں، آزادی اظہار اسلام کی روشنی میں وغیرہ وغیرہ اسلام کی روشنی میں آخر موجودہ ڈیموکریسی اور ہمارا آئین کس لیے؟

اس نوعیت کی ہرزہ سرائیاں اور بے بنیاد الزامات نہ صرف امن عمل کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، بلکہ ملک میں فرقہ وارنہ تشدد اور جنگوں میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔ جو ملک اور قوم کے لیے تباہ کن اور مضر ثابت ہونگے۔ بیرونی ممالک کے مسلط کردہ حکمرانوں کو جوش کی بجائے ہوش کا احساس کرنا چاہیے۔ اپنے ذاتی مفادات کے بدلے قومی اور ملکی منافع کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس طرح دھمکیوں اور چہ میگوئیوں سے افغان قوم کی نمائندگی کرنے والے طالبان رہنما مرعوب نہیں ہونگے۔ ان کے حوصلے پست نہیں ہونگے۔ جس طرح افغان قوم کی قیادت میں امریکا، نیٹو اور مغربی ممالک کا کئی سالوں تک مقابلہ کیا، اس سے بڑھ کر اجنبی غلاموں کے مقابلے کے لیے کمربستہ ہیں۔

اللہ تعالی عالم اسلام اور خصوصا افغانستان میں امن قائم فرمائے۔ مسلمانوں اور خاص کر افغانوں کو امن وسکون اور آرام دہ زندگی نصیب فرمائے اور انہیں دشمنوں کے دھوکہ سے حفظ وامان میں رکھے۔

جمہوریت کے نام پر دوعشروں کے مظالم

سید عبدالرزاق

12 ستمبر کو چھ ماہ کے طویل وقفے کے بعد افغان سیاسی جماعتوں اور امارتِ اسلامیہ کے مذاکراتی ٹیموں کے درمیان مذاکرات کی ایک افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں جانبین کے علاوہ دیگر بہت سارے ہمسایہ اور اثرورسوخ والے ممالک کے نمائندوں نے خطاب کیا اور امن کے قیام پر زور دیا۔ جس کے نتیجہ میں جانبین نے اپنی ٹیموں میں سے پانچ پانچ افراد کی ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی تاکہ مذاکرات کے لیے طریقہ کار اور پالیسی پر بات ہو۔ اس وقت تک تکنیکی اور اصولی مسائل پر بحث ہورہی ہے اور ایجنڈا پر بحث شروع نہیں ہوئی ہے۔ اسی دوران دونوں فریق کے رہنما مختلف چینلز پر آکر عوام کو پیش رفت کے بارے میں آگاہ کرتے رہے۔

افغان سیاسی جماعتوں کی ٹیم کی ایک خاتون رکن شریفہ زرمتی نے بی بی سی کے ایک سوال کے جواب میں یہ بات کہی کہ طالبان جمہوریت کے لفظ کے ہی مخالف ہیں، انہیں اس نام سے الرجی ہے۔ حالانکہ جس جمہوری نظام میں اس وقت افغانستان موجود ہے اس کا آئین بھی اسلامی ہے، کوئی ایک مادہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔

موصوفہ کی یہ بات کابل انتظامیہ کے متعدد افراد اپنے اپنے انداز میں بیان کررہے ہیں اور زور دے رہے ہیں کہ ہر حال میں جمہوریت کو برقرار رکھنا چاہیے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس میں اظہار رائے کی آزادی، ہر فرد کی اپنے حقوق تک رسائی اور عوام کی صحیح نمائندگی موجود ہے۔ جبکہ جمہوریت کے علاوہ کسی اور نظام میں جبر وتشدد اور سب کچھ ممکن ہے۔

اس بات میں کتنا وزن ہے اور حقیقت سے کس حد تک ہم آہنگ ہے؟ آئیے ایک نظر اس پر دوڑاتے ہیں۔ قطع نظر اس سادہ سی بات کے کہ جمہوریت کو جواز بخشنے کے لیے بھی اس کے آئین کے اسلامی ہونے کا سہارا لیا جاتا ہے تو کیوں نہ پورا نظام ہی اسلامی بنادیا جائے اسی اصول کے پیش نظر؟ اور یہ بھی رہنے دیجیے کہ جمہوریت اسلامی اصولوں سے کس قدر مطابقت رکھتی ہے اور کہاں کہاں کھلا تضاد ہے؟ یہ بھی صرفِ نظر کیجیے کہ اسلامی نظام میں خلیفہ وقت اللہ اور اس کے رسول کا جانشین اور نائب ہوتا ہے اور اسی نیابت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو نافذ کرتا ہے جبکہ جمہوریت میں عوام کی نمائندگی کا دعوی کرکے اکثریت کی نیابت اور پھر اکثریت کے فیصلوں کا نفاذ عمل میں لایا جاتا ہے، اگرچہ اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ اس سے بھی اغماض کیا جائے کہ جمہوریت میں بقول اقبال:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

یہ اور اس جیسے دیگر فکری ومنطقی مباحث رہنے دیجیے! ذرا یہ دیکھیے کہ افغانستان میں جمہوریت جس وقت سے پروان چڑھی ہے کیا کیا فوائد اور کیا کیا نقصانات وجود پذیر ہوئے ہیں؟ یعنی افغانستان میں جمہوریت کے عملی پہلوؤں پر بات کرتے ہیں۔ جمہوریت کے اس درخت بے فیض کو سب سے پہلے سردار محمد داود کے دور میں برآمد کیا گیا، جس کی رو سے افغانستان میں جماعت بندی اور نت نئی تنظیموں کو پیدا ہونے کا جواز مل گیا۔ چونکہ نظام میں اس کی برملا اجازت تھی اس لیے کوئی پابندی نہیں تھی۔ جس کا جو جی چاہتا اسی نظریہ پر صرف خود کاربند نہیں ہوتا بلکہ اس کی بھرپور اشاعت کا بھی بیڑا اٹھاتا۔

اس دور کے سپر پاور روس نے اسی آزادی کا فائدہ اٹھایا اور اپنے حامیوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں جماعتوں اور نوپید تنظیموں نے روسی

استعمار کے لیے راہ ہموار کی اور سب سے پہلے اسی داود خان کو ہی اس کے بھینٹ چڑھادیا گیا۔ جس نے اس نظریے کی بنیادر کھی تھی-مزید کیا ہوا؟ یہ آج تک ظاہر ہے اور پوری دنیا دیکھ رہی ہے - قتل ،خون خرابہ،آدھی آبادی کا وطن چھوڑنا، مختلف ملکوں میں دربدر پھرنااور نجانے کیا کیا حالات آئے۔ مزید برآں خانہ جنگی کے جس عفریت کا یہ قوم شکار بنی، تو یہ بھی اسی بے مہار آزادی کا نتیجہ ہے۔

اس خانہ جنگی اور تنظیمی غنڈہ گردی کے بعد خداکا کرم ہوااور چند سال کے لیے ملک وملت کے باوفا، غیور، اسلامی جذبہ سے معمور وطن کے باسیوں نے امارتِ اسلامیہ کے سایہ تلے ایک سچا اسلامی نظام قائم کردیا- لیکن جلد ہی کفری قوتوں نے اس کو درہم برہم کرنے کا بیڑا اٹھایااور اندرونی غلاموں کے ذریعے اس نظام کو تہس نہس کردیا۔

اس وقت سے لے کر آج تک ملک پر ایک دفعہ پھر یہ جمہوری نظام مسلط کردیا گیا-خوشنما نعروں اور کھوکھلے دعووں سے مکروفریب کا بدترین جال پھیلایا گیا مگر کارگردگی کیا رہی ؟انتخاب کس حد تک ملک وملت کی نمائندگی کا مظہر تھا؟عوام کو کیا حقوق ملے ؟اس جمہوری نظام نے انسانیت کا کس حد تک احترام کیا؟صنفِ نازک کی قدر میں کس حد تک کمی یا زیادتی آئی ؟ان سب کی وضاحت کے لیے چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ا-انتخاب، الیکشن یا سلیکشن؟:افغانستان کی کل آبادی اسلام سے وابستہ ہے، اسلام ان کا دین، مذہب، عقیدہ، رواج، کلچر اور نظام ہے -اس کے علاوہ کسی دوسرے نظام کو قبول نہیں کرتے۔امریکی استعمار کے وقت بھی جن چند لوگوں کو جال میں پھنسایا گیا،توان کے سامنے چارہ کے طور پر افغانستان کے سابق بادشاہ ظاہر شاہ کا نام رکھا گیا-مگر جب انتخاب ہواتو انہیں ورغلائے ہوئے چند لوگوں میں ایک سے حامد کرزئی کو آگے لایا گیا- باوجود اس کے کہ جن لوگوں نے ووٹ دیے تھے ان کی اکثریت ظاہر شاہ کی ہمنوا تھی-

سن 2009 میں انتخابات کے نام پر نام نہاد جمہوریت کے لیے کوشش ہوئی-کرزئی اور ڈاکٹر عبداللہ کے درمیان مقابلہ ہوا- مغرب زدہ لوگوں کا سروے کیا گیا تو اسی فیصد ووٹ ڈاکٹر عبداللہ کے پاس تھے لیکن نتیجہ جب آیا تو معلوم ہوا کہ الیکشن نہیں، سلیکشن ہوا ہے-سن 2014 میں انتخابات کا مرحلہ آیا-بہت سارے امیدواروں میں سے ڈاکٹر عبداللہ پہلے نمبر پر آیا لیکن چونکہ سلیکٹرز کو کسی اور کے حق میں فیصلہ کرنا تھا؛اس لیے رائے شماری اور عوامی مینڈیٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس الزام پر عبداللہ کو مسترد کردیا کہ کل ووٹ پچاس فیصد سے کم ہیں؛اس لیے دوبارہ انتخابات ہونگے-دوبارہ انتخابات میں کسی رائے کو دیکھا گیا اور نہ ہی کسی دھاندلی کا اعتبار کیا گیا-جو فیصلہ ہونا تھا وہ ہوااور اشرف غنی کو زور زبردستی چن لیا گیا-

اس پر عبداللہ نے اپنا جمہوری حق استعمال کرتے ہوئے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، شمالی اتحاد کو یکجا کرکے اپنے پرانے اسلحوں کی نمائش کے ساتھ افرادی قوت بھی دکھادی اور دھمکی دی کہ وہ بہت کچھ کرنے والا ہے-اس پر امریکا نے اپنا نمائندہ جان کیری بھیج کر بیچ بچاو کروایا اور اقتدار کے دو حصے کرکے ہر ایک کو آدھا آدھا حصہ دے دیا- جس سے ثابت ہوا کہ جمہوریت زور زبردستی کے ساتھ امریکا اور یورپ کی حکمرانی کا نام ہے وہ جس کو چاہے اور جس طرح چاہے منتخب کرسکتا ہے اور کہیں سے کہیں پہنچا سکتا ہے-

یہی کافی نہ تھا کہ گزشتہ سال پھر انتخابات کے نام کا ایک ڈرامہ رچایا گیا-کمال کی بات یہ تھی کہ خود ان کے اعداد وشمار کے مطابق افغانستان کی کل پینتیس ملین آبادی میں سے محض دو ملین لوگوں نے رائے دہی کا حق استعمال کیا تھا-اس میں سے بھی صاف ستھرے ووٹ کی بنیاد پر کسی ایک کو بھی بین الاقوامی اور جمہوری اصول کے مطابق حق حکمرانی حاصل نہیں تھا مگر چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ اشرف غنی اور عبداللہ دونوں نے اپنی اپنی صدارت کا اعلان کیا-ایک دوسرے کو دھمکیاں دیں-جب بات بہت بگڑ گئی تو اجنبی مفادات کے لیے ایک دفعہ پھر جمہوریت کے سایہ تلے اقتدار کے بخرے کردیئے-

اس سے نیچے آیئے تو ادنی سطح کے ملازم سے لے کر فیلڈ مارشل کے عہدہ تک، سب کے سب کسی میرٹ پر عہدہ اور منصب کے اہل بنے ہیں نہ کسی اعلی تعلیم اور صلاحیت کی بنیاد پر- گورنر، رکن پارلیمان اور وزیروں تک سب وہ لوگ لائے گئے

جن کی خیانت ضرب المثل بن چکی ہے-بطورِ مثال آپ رشید دوستم کو لے لیں! اسی جمہوریت میں جنھوں نے اس کو اس عہدہ سے سرفراز کیا ہے، ان کا خود اس کے خائن، کرپٹ، قاتل اور بدترین کردار پر اتفاق ہے-اسی جمہوریت کے اتحت جوڈیشل کونسل میں اس کے غیر انسانی مقدمات اور پنڈورا بکس ابھی تک پڑے ہوئے ہیں مگر جمہوریت کے دلدادوں نے پھر بھی اسے فیلڈ مارشل کا رینک دینا مناسب سمجھا-

۲ -عوام کے حقوق: جمہوریت کے لبادے میں عوام کی تعمیری، فلاحی، بہبودی اور تعلیمی کاموں میں سے کوئی ایک سرانجام نہیں دیا گیا ہے-البتہ روٹی کا نوالہ ضرور چھینا گیا ہے-گھروں میں عزت وعفت اور ناموس کی پردہ دری کی گئی ہے-چادر اور چاردیواری کی حرمت کو پامال کیا گیا-بچوں اور خواتین سمیت سب کو بے دردی سے شہید کیا گیا-بیس سال کے لمبے عرصہ میں پوری دنیا کی امداد سمیٹ لی مگر اس جمہوریت نے قومی سطح پر کوئی ہسپتال مہیا نہیں کیا-کوئی اعلیٰ تعلیم گاہ نہیں بنائی-کوئی بڑا ڈیم تعمیر نہیں ہوا-کچھ ہوا تو اپنے شہریوں پر بے انتہا مظالم اور کچھ نہیں-

۳ -انسانیت کا احترام: یہ عجیب بات ہے کہ جمہوریت میں انسان تو کیا جانوروں کی جان کی حفاظت کے لیے بھی قوانین کا دعوی موجود ہے مگر یہاں تو سرِ دست زنا سے لے کر قتل تک پر بھی اکتفاء نہیں کیا گیا-جمہوریت کے ان علمبرداروں نے جمہوریت کے سایہ میں زندہ انسانوں کو قبروں میں ٹھونسا-کنٹینروں میں بند کر کے مارا-لاشوں کو کتوں سے نوچوایا گیا-ٹینکوں سے کھینچا-انسانوں کو قتل کر کے مردہ لاشوں پر پیشاب کرنے کے بعد تیل چھڑک کر انہیں آگ لگادی گئی- عسکری اہلکاروں کے ہاتھوں اسی سالہ بزرگوں سے ریپ کے واقعات رونما ہوئے-

۴-صنفِ نازک اور حقوق: یہ بڑا خوشنما اور دلفریب نعرہ ہے کہ جمہوریت نے خواتین کو آزادی دی ہے اور ان کے حقوق کا دفاع کیا ہے-لیکن ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جس عورت کو اسلام اور افغانی معاشرہ میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا اور ایک خاتون کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے پر قوموں اور قبیلوں کی سطح پر دشمنیاں جنم لیتی تھیں، جمہوریت میں وہ عورت جسم فروشی پر مجبور کی گئی-جو عورت گھر کی ملکہ تھی اسے اپنی کمائی کے لیے بازاروں میں گھسیٹا گیا-حقوق کیا دیتے جو پہلے حاصل تھے، وہ ہی چھین لیے گئے-خود وہ عورتیں جو جمہوریت کے نام سے دھوکہ کھا کر باہر نکل آئیں ان کی تکلیف اور مصیبت کا یہ عالم ہے کہ خودکشی پر مجبور ہو جاتی ہیں-ان کے چہروں پہ تیزاب پھینکا جاتا ہے-ریپ کا نشانہ بنادیا جاتا ہے-ان کی تنخواہیں جنسی تعلق سے مشروط کی گئیں- وہ اگر پولیس اسٹیشن، عدالت یا کسی اور سرکاری ادارے میں اپنا مقدمہ لے جاتی ہیں تو اس کو حل کرنے کے لیے جمہوریت کے اس نظام میں پہلے جسمانی جنسی رشوت کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور نہ ماننے پر اس سے بدتر حالت کی دھمکیاں دی جاتی ہیں-

۵ -قومی، نسلی، لسانی اور دیگر تعصبات: کرشمہ جمہوریت ملاحظہ ہو کہ ہر ایک کو حق پہنچانے کے نام پر قومی گروہی نسلی اور لسانی اختلافات کی بھرمار کر دی-ہر صوبہ، ہر شہر میں اس تعصب پر مبنی اختلاف کی وجہ سے دشمنیاں وجود میں آئیں جو کئی کئی جانوں کے ضیاع کا سبب بنی-

۶ -آئین کی تشکیل: جس آئین کے اسلامی ہونے کا راگ الاپتے ہیں اور اس کی وجہ سے جمہوریت کو جواز بخشا جاتا ہے یہی آئین مغرب اور مغربی قوانین کی کاپی ہے-اس آئین کی تشکیل میں کسی عالمِ دین، کسی ماہرِ قانون اور کسی ماہرِ شریعت کو شریک نہیں کیا گیا-جمہوریت کے اصل مرکز امریکا اور یورپ کی طرف سے ایک فرمان جاری ہوا جس میں چند بظاہر اسلامی مگر اندر سے الحاد وزندقہ پر مبنی نکات تھے اور ان کو نافذ کرنے کا کہا گیا-تو کیا یہ یورپی کلچر یہاں نافذ ہو سکتا ہے اور افغان قوم اسے قبول کر سکتی ہے؟

۷ -آزادی اظہار رائے: کہتے ہیں کہ جمہوریت میں رائے کی آزادی ہے-لیکن ہم اسی جمہوری افغانستان میں دیکھ رہے ہیں کہ آزادی کا مطلب صرف اور صرف زور زبردستی پیغامات کے نشر کرنے کا نام بن گیا ہے- اگر کوئی صحافی آزادانہ طور پر کوئی بات کرتا ہے یا کوئی تبصرہ اور تجزیہ کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے-عبدالصمد روحانی اور وحید مژدہ کے قتل کے واقعات اس کی واضح مثالیں ہیں-بیس سال سے مسلسل ٹی وی چینل اور میڈیا کے دیگر ذرائع پر کمرشلز کے نام

پر کھلم کھلا طالبان سے نفرت کا درس دیا جاتا ہے جبکہ اسی جمہوریت میں امارت اسلامیہ کا کوئی ایک بیان نشر نہیں ہونے دیا جاتا۔

۸ - آزادی کے نام پر بے حیائی کا فروغ: جمہوریت کس آزادی کا علمبردار ہے؟ اس سے ہمیں سروکار نہیں، البتہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں تو بے حیائی کا طوفان دیکھا ہے - صوبہ ھرات اور کابل وغیرہ میں اسی جمہوری نظام میں کے اندر ایک خیمہ موجود ہے جس میں ان عورتوں کو دعوت دی جاتی ہے جو شوہروں سے نالاں ہو - یہاں آکر پھر شوہر اسے کچھ نہیں کہہ سکتا بلکہ شوہر اسے خرچہ دینے کا بھی پابند ہوتا ہے اور جو فرمائش یہ عورت یہیں سے کرے گی جمہوریت کے پرستار شوہر کو اس کی تکمیل پر مجبور کریں گے۔ افغانی کلچر تو یہ تھا کہ بیوی کا شوہر کے علاوہ کسی اور کے ساتھ گفتگو یا کوئی بھی تعلق ناجائز ہونے کے ساتھ رواج کے بھی خلاف تھا اور اسے حیا کے خلاف مانا جاتا تھا مگر یہاں تو باقاعدہ پرایوں میں مہمان بن جاتی ہے اور اس کو اس کا حق کہا جاتا ہے۔

۹ - دینی اور ملی اقدار کی پامالی: جمہوریت کے اس دور دورے میں ایک کام جو انتہائی پھرتی سے ہوا ہے وہ دینی اور ملی اقدار کو پاوں تلے روندنا ہے - اس شجر ناپائیدار کے اگنے سے پہلے مساجد، مدارس، اسلامی احکام اور شعائر اسلامی کی پابندی کے ساتھ ہر مسلمان ان پر مرمٹنے کے لیے تیار تھا لیکن جمہوریت نے آتے ہی معاشرہ میں کوشش کی کہ ان اقدار کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ختم کر دی جائے - چنانچہ اس کام کے لیے طاقت کے استعمال سے ایک حد تک کامیابی حاصل کر لی۔

۱۰ - گالم گلوچ اور بد تہذیبی کی بنیاد: افغان معاشرہ اسلامی احکام سے اس قدر ہم آہنگ ہے گویا اسلام ان کا مزاج بن چکا ہے۔ اس بنیاد پر اس ملت میں چھوٹے بڑے اور دینی پیشوا کی بڑی قدر ہوتی تھی - احترام کا ایک سازگار ماحول رہتا تھا۔ لیکن جمہوریت نے حقوقِ مساویانہ کا دلفریب نعرہ لگا کر اس احترام اور اسلامی مزاج سے شناوری کو دھچکا لگانے کی کوشش کی - اس احترام کی بجائے گالم گلوچ اور بد تہذیبی کو فروغ دیا اور اس طرح سے باز کے لبادے میں گدھ کا کام سرانجام دیا گیا۔

یہ مثالیں اس کارگردگی کا محض ایک نمونہ ہیں - جمہوریت کے زہریلے اثرات اور بھی اس ملک پر بے شمار ہیں جو ناقابل تلافی ہیں - البتہ یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جمہوریت کو جس عیسائیت نے وجود بخشا ہے اس کی در حقیقت ایک دو ایسی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے عیسائیت کو مجبوراً یہ اقدام کرنا پڑا - وہ وجوہات یہ کہ ایک طرف لاکھوں کروڑوں لوگوں کی قسمت اور مقدر محض ایک بندے کے ہاتھ کا کھلونا ہوتا تھا جو سراسر ظلم ہی ظلم پر مبنی تھا، وہ ایک بندہ سیاہ وسفید کا مالک ہوتا اور جو جی میں آتا کر گزرتا۔

دوسری طرف دینی پیشوا حلال وحرام کے مالک بنے بیٹھے تھے - جو چاہتے حلال کر دیتے اور جس کو چاہتے حرام - اس پر عیسائیت نے مجبور ہو کر ایک طرف دین کو سیاست اور حکومت سے الگ رکھا تو دوسری طرف شہنشائیت سے جمہوریت کی بنیاد رکھی - جو اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے وہی ہے مگر پھر بھی اس میں کچھ تخفیف موجود ہے۔

لیکن اسلام میں تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ نہ تو ساری ملت ایک فردِ ملت کے رحم وکرم پر ہوتی ہے کہ وہ اسے جبر وستم کا نشانہ بنا ڈالے۔ خلفاء راشدین سے لے کر سلطان اورنگزیب عالم گیر اور پھر عثمانی خلافت کی انتہاء تک تاریخ اس کی گواہ ہے۔

اور نہ ہی دینی پیشوا ہر چیز میں ٹھیکدار بنے پھرتے ہیں - پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جمہوریت مذہب کو سرے سے کچھ سمجھتی نہیں ہے جس پر شاہد ترکی اور مصر وغیرہ کی تاریخ ہے کہ مذہب کو سب سے زیادہ دبایا گیا۔ حالانکہ ایک مسلمان اور پھر افغان معاشرہ کے لیے تو اسلام، دین، مذہب اور اسلامی احکام سب سے زیادہ قابل ترجیح ہیں، اس لیے کسی کی کیسی ہی آرزو ہو؟ کوئی طالبان کو جمہوریت سے الرجی سمجھے یا نہ؟ یا کچھ بھی کہے مگر طالبان نے قوم کی آرزو کے مطابق اسلامی نظام کو نافذ ہی کرنا ہے - اسی کے لیے جد وجہد تھی اور رہے گی۔ ان شاءاللہ۔

ملا برادر کی تصویر پر خواجہ آصف کی ٹویٹ

موسیٰ فرہاد

بین الافغانی مذاکرات کے اگلے روز امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر کے ساتھ ملاقات کی۔ اس ملاقات کے بعد سفارتی روایات کے مطابق دونوں راہ نماؤں کی مشترکہ تصویر بنائی گئی، جس میں ملا برادر اخندپوری خود اعتمادی کے ساتھ کھڑے نظر آ رہے ہیں جب کہ مائیک پومپیو کی باڈی لینگویج سے پست ہمتی واضح طور پر جھلکتی ہے۔ یہ تصویر کئی دنوں تک ناظرین کی توجہات کا مرکز بنی رہی۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے بالعموم اور عالم عرب کے مسلمانوں نے بالخصوص اس تصویر پر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ بہت سے لوگوں نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا وہ تاریخی جملہ بھی ساتھ لکھ کر تصویر پوسٹ کی جس میں انہوں نے پورے اعتماد کے ساتھ فرمایا تھا کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ کس کا وعدہ پورا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری نصرت کا جب کہ بش نے ہمارے خاتمے کا عہد کیا ہے۔" اس تصویر کو پڑوسی ملک پاکستان سمیت پوری دنیا میں سراہا گیا، ان سب کے ملے جلے خیالات یہی تھے کہ طالبان نے اسلام اور اپنے وطن کے ساتھ محبت میں نہایت بے سر و سامانی کی حالت میں دنیا کی واحد سپر طاقت امریکا کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ اگر اس نوع کے ہم دردانہ پیغامات سے اندازہ لگایا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دنیا بھر کا آدھے سے زیادہ حصہ طالبان کے اسلامی نظام کا حامی ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں اس تصویر پر جو حوصلہ افزا ردعمل سامنے آیا اسے اک ذرا پڑھ لینے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ واقعی طاقت امریکا اور خدا طالب کے ساتھ ہیں۔

اسی سلسلے میں پاکستان کے ایک سابق وزیر خواجہ آصف نے بھی اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ سے ملا برادر اور مائیک پومپیو کی مذکورہ تصویر شئیر کی اور اس کے ساتھ اردو نظم کا یہ قطعہ لگا دیا "طاقتیں تمہاری ہیں اور خدا ہمارا ہے۔ اللہ اکبر"۔ اب یہ تصویر شئیر کرنے سے ان کا مقصد کیا تھا؟ اس کے لیے تو خود انہی کی وضاحت کافی ہوگی۔ یہ وضاحت انہیں شاید اس لیے دینی پڑی کہ کابل ادارہ کے زیر اثر میڈیا میں اس تصویر پر کافی واویلا کیا گیا۔ ایک ایسے شخص کی ٹویٹ کو افغانستان کے داخلی معاملات میں مداخلت قرار دیا جس کے پاس حال میں کوئی سرکاری عہدہ بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اشرف غنی کے مشیر وحید عمر نے بھی اس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا۔

بی بی سی اور آزادی ریڈیو کی پشتو ویب سائٹس کے متعصب رپورٹرز، ایوان صدر اور قومی سلامتی کونسل حکام نے خواجہ آصف کے اس ٹویٹ پر سخت ردعمل ظاہر کیا اور پچھلے بیس سالوں سے جاری جہاد کے خلاف اسے ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ گویا یہ سب پاکستان ہی کی بدولت ممکن ہوا اور امارت اسلامیہ کی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی نصرت قرار دے کر وہ طالبان کے اسلامی نظام کی حمایت کر رہے ہیں۔

خواجہ آصف سے پاکستان کے ایک نجی ٹی وی چینل نے اپنے اس ٹویٹ کا مطلب جاننا چاہا تو انہوں نے جواب دیا: اس میں کوئی شک نہیں کہ میں طالبان کی طرز حکومت کا مخالف ہوں، انہیں سپورٹ نہیں کرتا، مگر ان کی غیرت ایمانی اور بے سرو سامانی کی حالت میں دنیا کے سپر پاور کو شکست دینا واقعی حیران کن ہے۔" ان کا کہنا تھا: وہی ملا برادر جو آٹھ سال تک ہمارے جیلوں میں تھے مگر آج امریکی وزیر خارجہ کے ساتھ پورے اعتماد کے ساتھ تصویر میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں تو یہ اللہ کی مدد و نصرت نہیں تو اور کیا ہے؟

بہر حال خواجہ آصف کی ٹویٹ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے، اس سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس کا دفاع کر رہے ہیں۔ لیکن جب اس چھوٹی سی بات کو کابل انتظامیہ بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی ہے تو اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ غاصب قوت کی شکست سے ان کے کاسہ لیس اداروں کو بھی اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی خود غاصب قوت کو ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ امارت اسلامیہ کی فتوحات کے تسلسل سے صرف افغانستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں اس کی فتوحات کو پذیرائی مل رہی ہے جو کہ کابل انتظامیہ کو ایک لمحے نہیں بھاتا۔

مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والے عناصر اور افغانوں کی ذمہ داری

ڈاکٹر ہلال بلخی

لگ بھگ 20 سال قبل مغربی دنیا نے امریکا کی سربراہی میں افغانستان پر ایسے وقت حملہ کیا جب دو دہائیوں کی جنگ نے ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تھا اور بموں اور بارود کے شعلوں نے اس قوم کی امیدوں اور امنگوں کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ امن اور خوشحالی کی جگہ غم اور سوگ نے لے لی تھی۔ تحریکِ طالبان کے قیام کے ساتھ ملک بھر کے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اور ہر علاقے کے لوگوں نے اپنے اپنے علاقوں میں طالبان کا والہانہ استقبال کیا، ان پر پھول کی پتیاں نچھاور کیں، کیونکہ برسوں بعد ملک میں امن، استحکام اور خوشحالی کا نیا دور واپس آگیا تھا۔

لیکن افسوس کہ امن اور خوشحالی کا یہ دور زیادہ دیر تک قائم نہیں رہا۔ سوویت یونین کے حملے اور جارحیت کے بعد افغانستان پر ایک اور خونخوار طاقت امریکہ نے حملہ کیا اور مزید 20 سال تک یہ مظلوم قوم حملہ آوروں کے طیاروں، ٹینکوں اور گولیوں کے مظالم سہتی رہی۔ یہاں لاکھوں افراد کا خون بہایا گیا، ظلم و ستم ڈھایا گیا، ہزاروں بچے یتیم ہوگئے اور دیہات قبرستانوں میں تبدیل ہوگئے۔

اس 40 سالہ جنگ کے دوران افغانوں کو متعدد بار امن اور ملکی تعمیر نو کا موقع ملا لیکن ہر بار غیر ملکی مداخلت، سازش اور ملکی مفاد پرست عناصر کی غداری کی وجہ سے یہ اہم مواقع ضائع ہوگئے اور افغانستان آگ کے شعلوں میں جلتا رہا۔ اب ایک بار پھر یہ تاریخی موقع افغان عوام کو ملا ہے لہذا قوم کو چاہئے کہ وہ ان موقع پرستوں، مفاد پرستوں اور مغرب کے حواریوں کو موقع نہ دے کہ وہ عوام کے مطالبات اور ضرورتوں پر سودہ بازی کریں، اور نہ ہی تخریب کار حلقوں کو اجازت دے کہ وہ اس جاری عمل کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔

12 ستمبر افغانستان اور افغان عوام کے لئے تاریخی دن تھا۔ اس دن قطر کے دارالحکومت دوحہ میں طالبان نے ایک بار پھر (ملک اور عوام کے وقار اور حیثیت کے تحفظ کے لئے قابض قوتوں کے ساتھ معاہدے کے بعد) ملک کی مختلف جماعتوں اور نمایاں شخصیات کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ان کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائیں اور ملک کے مستقبل کے بارے میں اہم فیصلے کرنے کے لیے اس میں شرکت کریں۔ یہ ملکی تاریخ کا ایک سنہرا دور ہے جو ملک کے مستقبل کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا، توقع ہے کہ ان مذاکرات کے دوررس نتائج برآمد ہوں گے کیونکہ دونوں فریقوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اسلامی، افغانی اور قومی ذمہ داریوں کی بنیاد پر ملک اور قوم کے مستقبل کے بارے میں اہم فیصلے کریں اور بیرونی قوتوں کی جانب سے مسلط کردہ کٹھ پتلی حکومت کا خاتمہ کریں۔

بین الافغان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والا گروہ دارالحکومت کابل میں متحرک ہے، کابل حکام امن عمل کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں، اس لئے سیاسی اختلافات کو ہوا دینے اور تعصبات کو ابھارنے کے لئے مختلف حربے استعمال کررہے ہیں تاکہ طالبان کی ایمانداری اور دیانتداری پر لوگ شک کا اظہار کریں۔

کابل انتظامیہ کے ڈھانچے میں امن اور وطن کے دشمنوں کا ایک گروپ موجود ہے جو اپنے چند روزہ اقتدار، مراعات اور ذاتی مفادات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس گروپ کو کچھ غیر ملکی ایجنسیوں کی حمایت حاصل ہے اور روزانہ اسی طرح کی سرگرمیوں کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ امن مخالف گروپ افغان مذاکراتی وفد کو براہ

راست اور بالواسطہ دباؤ میں رکھنے اور اپنے مفادات اور مقاصد (جنگ کا تسلسل اور اقتدار کا دوام) اس پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسی طرح ملک کے اندر بھی وہ دھمکی آمیز کوششوں اور شرانگیز بیانات سے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنے اور کسی نہ کسی طریقے سے مذاکرات کے اس جاری عمل کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔ صدارتی محل کے اندر یہ مفاد پرست ٹولہ جس کے پاس افغانی شہریت بھی نہیں ہے، وہ صرف غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں اور ذاتی مفادات کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ امریکی جرنیلوں کو اپنا بھائی اور دوست قرار دیتا ہے۔ یہ امن مخالف ٹولہ میڈیا کے ذریعے عوام کے سامنے جاری امن عمل کو غلط انداز میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

ایک طرف وہ بین الافغان مذاکرات کی کھلم کھلا مخالفت کر رہا ہے اور دوسری طرف ان مذاکرات کی ممکنہ کامیابی کے نتیجے میں دوسرے منصوبے "پرائیوٹ ملیشیا" بنانے پر کام کر رہا ہے۔ شمال اور جنوب کی مشہور شخصیات کو دارالحکومت کابل بلا کر انہیں اسلحہ اور خطیر رقم دینے کی آفر کر رہا ہے۔ حالانکہ افغان عوام کو ماضی میں ملیشیا اور بندوق برداروں کے تلخ تجربات یاد ہیں جن کے مظالم اور جرائم کی داستانیں یاد نہیں کی جاسکتی ہیں۔ اشرف غنی اور اس کے اتحادی ان ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنے پانچ سالہ حکمرانی کو دوام بخشنا چاہتے ہیں۔

اس دوران عوام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سیاسی صورتحال سے باخبر رہیں، ان ذرائع تک رسائی حاصل کریں جو حقیقت بیان کرتے ہیں، پرنٹ اور آڈیو میڈیا کے ذریعے اپنی آواز بلند کریں اور دوست اور دشمن کی کانوں تک پہنچائیں۔

عوام کو چاہئے کہ وہ کابل انتظامیہ کے ملیشیا بنانے والے منصوبے کی بھرپور مذمت کریں، اس سے لاتعلقی کا اعلان کریں اور کسی کو بھی اس عوام دشمن منصوبے میں حصہ لینے کی اجازت نہ دیں۔

قوم کو میڈیا سمیت مختلف طریقوں سے ملک دشمن حکمرانوں کے خلاف نفرت کا اظہار کرنا چاہئے، اور ان کے اقدامات اور بیان بازی کی مذمت کرنی چاہئے۔ اور کابل حکام پر دباو بڑھائیں کہ وہ جاری امن عمل میں عوام کے مطالبات اور ضروریات کے مطابق آگے بڑھیں۔

افغان عوام کا مطالبہ یہ ہے کہ مذاکرات کے دوران اسلام کے مقدس دین، اسلامی اقدار، قومی روایات اور ملک و عوام کے مفادات کو مد نظر رکھا جائے۔ افغان عوام ایک اسلامی نظام چاہتے ہیں، ایک ایسا نظام جس میں ملک کے ہر شہری کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو، مجموعی طور پر قوم صرف ایک مکمل اسلامی نظام، دیرپا امن اور ایک آزاد اور خودمختار افغانستان پر راضی ہوگی۔

لوگوں کے درمیان مذکورہ اہداف کا حصول اب یقین اور اعتماد میں بدل گیا ہے، کیونکہ طالبان نے قابض قوتوں کے ساتھ معاہدے کے بعد ملک کی مختلف جماعتوں اور سیاسی گروہوں کو بھی موقع دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھیں اور باقی داخلی امور بین الافغان مذاکرات میں حل کریں۔ چونکہ اب تنازعہ میں شامل سیاسی اور قومی رہنماؤں کو طالبان قیادت کے ساتھ ایک میز پر اکٹھا ہونے کا موقع ملا ہے، تو ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے مطالبات اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھیں۔ کٹھ پتلی انتظامیہ اور اغیار کے ماتحت حکام کے زیر اثر آنے سے گریز کریں۔ غلط اقدامات اور بیان بازی کے ذریعے یہ سنہری موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے، انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ اس دھرتی پر اب طالبان تسلط قائم کریں گے اور بطور حکمران واپس آرہے ہیں اور اسلامی نظام نافذ کریں گے۔ لہذا انہیں مذاکرات کے دوران طعنے دینے اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہئے، اگر انہوں نے یہ تاریخی موقع گنوادیا تو عوام اور تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔

بین الافغانی مذاکرات اور کچھ منفی تجزیے

قاری کامران

وہ لوگ جو دو عشرے قبل امریکی جارحیت کے بعد ان کے پروپیگنڈے کی جنگ میں ان کے ایک آلے کے طور پر سامنے آئے انہوں نے امریکا اور ان کے اتحادی قوتوں کے مفاد کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے ہوئے ہر قسم کے جھوٹ، بہتان اور الزامات کے ذریعے دینی اور قومی جرائم کا ارتکاب کیا۔ اپنے تمام تر تجزیے امریکی جارحیت کی بقاء کے لیے وقف کر دیے اور جارحیت کے خلاف آواز اٹھانے والے مجاہدین پر مختلف قسم کے الزامات لگا کر انہیں مجرم قرار دیا۔ پروپیگنڈے کی جنگ میں امریکی خدمات سرانجام دینے والے آج بھی اسی طرح متحرک ہیں جس طرح وہ جارحیت کے آغاز میں تھے۔

جب سے امریکا اور طالبان کے درمیان دوحہ معاہدے پر امریکی جارحیت کے خاتمے کے سلسلے میں دستخط ہوئے ہیں، 5 ہزار طالبان رہا ہوئے اور طالبان کے موقف اور مطالبے کے مطابق مذاکرات شروع ہوئے ہیں تب سے یہ گروہ اس کوشش میں ہے کہ وہ مذاکرات کی حالیہ صورتحال اپنے گمراہ کن طریقے سے اس طرح پیش کریں کہ افغانستان میں قیام امن دراصل افغان قوم خصوصاً طالبان کی قربانیوں کا نہیں بلکہ بین الاقوامی قوتوں کا ایک معاملہ ہے جو طالبان کے ساتھ طے پایا ہے۔

یہ لوگ اس سے قبل امریکی جارحیت کے لیے بے بنیاد دلائل تراشتے تھے اور امریکی میڈیا کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے طالبان کو دہشت گرد، انتہا پسند اور انسانیت دشمن جیسے برے القابات دیتے رہے۔ ان کے تجزیے آج بھی دین، وطن اور عوام دشمن مواد پر مشتمل ہیں۔ عوام کے سامنے ایسی رپورٹیں اور تجزیے پیش کرتے ہیں جس سے جنگ کے خاتمے اور امن کے قیام کے لیے دستیاب زریں موقع کے متعلق لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلتی ہیں۔ جس کے بعد افغان عوام کے لیے ایک بار پھر امن کی بجائے بارود اور جنگ کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔

ان کے تازہ تجزیوں میں ایک بات اب سامنے آرہی ہے اور یہ ہے کہ وہ اکثر مواقع پر اب کہتے ہیں کہ طالبان اب جنگ سے تھک چکے ہیں اور اب ان میں مزید لڑنے کی سکت نہیں اس لیے انہوں نے مذاکرات کی راہ اپنائی ہے۔ یہ اور اس سے ملتے جلتے منفی تجزیے جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، یہ سب ان کی پست فکر کی عکاسی کرتا ہے۔ کیوں کہ عوام طالبان کے شانہ بہ شانہ امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے خلاف لڑے ہیں اور وہ اس تمام تر صورتحال کی عینی شاہد اور اس بارے میں اچھی طرح علم رکھتے ہیں۔ وہ ملک دشمن اور ملک کے لیے گھر بار، بچے اور جان کی قربانی دینے والوں کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ان مکار اور غیروں کے اشاروں پر چلنے والے نام نہاد تجزیہ کاروں کو بھی اچھی طرح جانتی ہے کہ ان کے امن مخالف تجزیوں سے نہ عوام مایوس ہوں گے اور نہ امن کے لیے اپنی جدوجہد سے دستبردار ہوں گے۔

ان شاء اللہ

حقانی صاحب کی چند یادیں

خیر باچا زدران

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی باطنی خصوصیات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن ان کی ظاہری خصوصیات میں کافی حد تک جانتا ہوں کیوں کہ میں سات سال تک ان کا ہمسفر رہا، جہاد کے ابتداء سے لیکر عروج تک سفر اور حضر میں بطور پرائیوٹ سیکرٹری دن رات ان کے ساتھ رہا، ظاہر ہے کہ مجھے ان کی زندگی کے معمولات اور رہن سہن کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور ہیں۔

اس لئے میں نے چاہا کہ حقانی صاحب کی دوسری برسی کے موقع پر آپ کے ساتھ ان کی یادداشتوں اور کچھ خصوصیات کے ساتھ شریک کروں۔

روسیوں کے خلاف جہاد اور فتح خوست:

روسی افواج کی شکست کے بعد اس وقت کی کمیونسٹ حکومت کے خاتمہ کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے حقانی صاحب کو بخشا۔ خوست افغانستان کا پہلا صوبہ تھا جسے حقانی صاحب نے فتح کیا۔

یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ گزشتہ انقلاب کا آغاز بھی حقانی صاحب نے کیا تھا، 27 اپریل 1978 کو کمیونسٹوں نے سردار داؤد خان کی حکومت کے خلاف بغاوت کا آغاز کیا اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس کے چھ دن بعد 3 مئی کو حقانی صاحب کی کمان میں مولوی عزیز خان نے صوبہ پکتیکا کی تحصیل زیڑوک پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا، اس کامیاب کارروائی میں بڑی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود ضبط کیا گیا، یہ حملہ اس وقت حکومت کے خلاف پہلی عسکری کارروائی تھی جس نے کمیونسٹوں کو خوف وہراس میں مبتلا کر دیا۔

ایک رپورٹر کے سوال کا جواب:

موجودہ انقلاب کے آغاز سے پہلے جب امریکیوں نے افغانستان پر چڑھائی کے لئے تیاری شروع کی تو جرمنی کے شہر بون میں افغانستان کے بارے میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ بی بی سی کے ایک رپورٹر نے حقانی صاحب سے پوچھا، اگر امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟ حقانی صاحب نے جواب دیا کہ "اگر امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو میں بھی اسی بندوق سے ان پر گولی چلاؤں گا جس بندوق سے روسیوں کو مارا تھا۔"

صبر اور استقامت:

حقانی صاحب کی جہادی جدوجہد، ذمہ داریوں میں اخلاص، تقویٰ، صبر اور مشقتوں اور آزمائشوں میں ثابت قدمی کے حوالے سے بہت سارے لوگ جانتے ہوں گے، یہاں تک کہ ان کے دشمن اور مخالفین بھی ان خصوصیات کا اعتراف کرتے ہیں۔

سنتوں پر عمل درآمد:

حقانی صاحب کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنی زندگی کے ہر عمل میں سنت کی پابندی کرتے تھے، مثلاً سونے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کرنے اور لوگوں سے ملنے میں اسلامی احکام اور شرعی قوانین کی پاسداری کرتے تھے۔

وہ نفلی عبادات میں بھی بہت حساس تھے۔ رات کو 12 رکعت نماز تہجد کا اہتمام کرتے تھے، خواہ حالات جیسے بھی ہوں، وہ نماز تہجد ترک نہیں کرتے تھے۔ وہ نہایت متقی اور تہجد گزار عالم دین تھے۔

خود بینی سے اظہارِ نفرت:

وہ ہر نیک کام کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے، کبھی کبھی میں جاگ جاتا تو حقانی صاحب نماز تہجد میں سجدہ ریز ہوتے اور ان کے سینے سے عاجزی کی عجیب آواز نکلتی تھی، مجھے یہ ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ جب بھی میں یہ آواز سنتا تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز تہجد پڑھ رہے ہیں۔

ایثار اور قربانی:

جنگ کے دوران وہ اپنی جان کی پروا نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے ساتھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے، وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ ان کے ساتھیوں کو نقصان نہ پہنچے اور ساتھیوں کو بھی اپنا خیال رکھنے کی تاکید کرتے تھے۔

ان کی عادت یہ تھی کہ میدان جنگ سے جلدی واپس نہیں لوٹتے تھے، خواہ فتح حاصل کر لیتے یا شکست سے دوچار ہوتے لیکن زیادہ دیر تک میدان جنگ میں رہتے تھے۔

فتح کے دوران:

فتح کے دوران وہ اپنے ساتھیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور غزوہ بدر اور خندق کے واقعات بیان کرتے تھے۔

مال غنیمت کے ساتھ احتیاط:

وہ مال غنیمت تقسیم کرتے وقت بہت محتاط رہتے، اس لیے خود تقسیم کرنے کی بجائے کسی ساتھی کو مال غنیمت کی تقسیم کے لئے مقرر کرتے۔ کبھی کبھار مجھے مقرر کرتے، میں بھی مال تقسیم کرنے کے وقت اتنا محتاط رہتا تھا کہ اکثر اوقات اپنا آدھا حصہ بھی تقسیم میں دے دیتا۔ لیکن حقانی صاحب مجھ پر شفقت کرتے اور اپنا حصہ مجھے دیتے تاکہ مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف کا مظاہرہ ہو سکے۔

جنگ میں ساتھیوں کی طرف توجہ:

جب مجھے سپلائی کا انچارج مقرر کیا تو مجھ سے بار بار مجاہدین کو اسلحہ اور سامان کی فراہمی کے بارے میں پوچھتے۔ فلاں مورچہ کو کیا بھیجا؟ فلاں کمانڈر کو کیا بھیجا؟

اگرچہ انہیں پتہ ہوتا تھا مگر پھر بھی وہ اطمینان اور تسلی کے لیے متعدد بار پوچھتے۔

حوصلہ:

وہ میدان جنگ میں صبر اور استقامت کا ایک بلند مینار تھے۔ ان کا حوصلہ ہمیشہ بلند ہوتا تھا اور اپنے مجاہدین کے حوصلے بلند کرنے کے لئے جنگ میں حصہ لیتے تھے۔

منصوبہ بندی اور پلاننگ:

وہ جنگی منصوبے تیار کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے، اس وقت کے فوجی جرنیل بھی ان کی منصوبہ بندی کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہتے تھے، وہ کم وسائل سے زیادہ کام لیتے، لیکن وہ ہمیشہ نصرت الہی پر بھروسہ کرتے تھے۔

ایک دن ایک انگریز صحافی نے ان سے پوچھا:

اگر آپ ببرک کارمل حکومت کے کمانڈر ہوتے تو آپ کس منصوبے سے زدران روڈ (خوست۔ گردیز روڈ) کو کھول دیتے؟ حقانی نے مسکرا کر کہا:

کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے دشمن کو راستہ کھولنے کی کاپی پیش کروں؟ جو میں نے بند کر دیا ہے۔

غریبوں کے ساتھ ہمدردی:

معذوروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے، ان کو نوازتے۔ وہ معذوروں اور غریبوں کی مدد کرنے کی پوری کوشش کرتے۔

سخاوت:

وہ جہادی امور میں سخاوت سے کام لیتے، جن ساتھیوں کو اختیار دیتے تو انہیں ہمیشہ یہ مشورہ دیتے کہ مجاہدین پر تنگ دستی نہ کریں، جو کچھ اپ کے دسترس میں ہے وہ مجاہدین کو دیں، اس کو بچانے کی کوشش نہ کریں۔

عوام کے ساتھ سلوک:

وہ ہمیشہ چھوٹوں، بڑوں، جوانوں اور بوڑھوں سے کھل کر بات کرتے تھے، وہ بہت خوش مزاج تھے، پیدل سفر میں مجاہدین سے تیز چلتے، سفر کے دوران ساتھیوں سے دوستانہ گفتگو کرتے اور سبق آموز کہانیاں سناتے۔

دانشمندی:

انسان کو پہچانے میں اللہ سبحانہ وتعالی نے انہیں خاص ملکہ دیا تھا، وہ انسان کو بہت جلد پہچانتے، اس کی صورت اور کردار میں فرق بہت جلد سمجھ جاتے۔

ساتھیوں کی نگرانی:

وہ ساتھیوں کو تبدیل کرنے میں بہت سنجیدہ تھے، اگر کسی ساتھی کی طرف سے کوئی اقدام کیا جاتا جو جہادی صفوں کو نقصان پہنچاتا تو وہ اس کو سزا دینے میں دیر نہیں کرتے بلکہ وہ سزا اور جزا پر یقین رکھتے تھے۔

وہ مجرم کے بارے میں کسی کی سفارش قبول نہیں کرتے بلکہ سفارش کرنے والے کے سامنے ایسے معقول دلائل پیش کرتے تھے کہ وہ اپنی سفارش پر پچھتاوے کا اظہار کرتا۔

سیاسی حکمت عملی اور بصیرت:

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ یہ شاید روسیوں اور ان کے غلاموں کے خلاف جہاد کا پہلا سال تھا۔ میں اس محفل میں ان کے ساتھ بیٹھا تھا، میں نے ان سے پوچھا کہ امریکہ اور ایران کے درمیان تعلقات کشیدہ ہیں، کیا امریکہ ایران پر حملہ کرے

گا؟ انہوں نے تھوڑی سوچ بچار کے بعد جواب دیا کہ کبھی نہیں، خمینی ایک پلاسٹک کا سانپ ہے جو امریکہ نے بنایا ہے، وہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، کویت وغیرہ جیسی عرب ریاستوں کو دھمکانا چاہتا ہے۔ میری اور آپ کی زندگی میں امریکا کبھی بھی ایران پر حملہ نہیں کرے گا، کیونکہ یہ اس کا خود ساختہ خطرہ ہے، وہ عرب ممالک کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ آپ کو ایران سے خطرہ ہے اور سیکیورٹی کی ضرورت ہے لہذا عرب ممالک کے تیل کے ذخائر کو لوٹنے کے لئے ایران کو بڑا خطرہ ظاہر کیا جارہا ہے۔ اب جب امریکہ کبھی ایران کو دھمکی دیتا ہے تو مجھے حقانی صاحب کی بات یاد آتی ہے، یہ سلسلہ چار دہائیوں سے جاری ہے۔

شفقت اور رحمت:

جب جنگ کے دوران دشمن کے سپاہیوں کو پکڑ لیتے یا دشمن کے سپاہی ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے تو وہ ان سے بہت اچھا سلوک کرتے اور انہیں معاف کر دیتے، جب کہ دوسری تنظیموں کے زیادہ تر کمانڈر جب جنگ کے دوران کمیونسٹ حکومت کے فوجیوں کو گرفتار کرتے تو انہیں مار دیتے، حقانی صاحب ان پر اتنی شفقت کرتے کہ انہیں قومی لباس جیسے کپڑے، پگڑی اور جوتے بھی فراہم کرتے اور پھر کہتے کہ یہ لوگ مجبور ہیں، کیمونسٹوں نے انہیں اپنے گاوں سے زبردستی اٹھا کر فوج میں شامل کیا ہے، لہذا ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جانا چاہئے۔

حتی کہ وہ ہتھیار ڈالے ہوئے کچھ فوجیوں کو جہاد کی نیت سے اپنا ایک ہتھیار بھی دے دیتے۔ اور پھر اس کام کی حکمت بھی ظاہر ہوتی، اللہ تعالی نے جہاد کی راہ میں ان سے بڑا کام لیا، وہ فوجی جواب زندہ ہیں اور میری تحریر پڑھ رہے ہیں وہ یقینا اس بات کی گواہی دیں گے۔ یہ وہ خصوصیت تھی جس نے حقانی صاحب کو دوسری تنظیموں سے ممتاز کر دیا تھا۔

حقانی کے بھائی حاجی خلیل الرحمن کا واقعہ:

حقانی صاحب نہ صرف خود بلکہ ان کے رشتہ دار اور اہل خانہ کے افراد بھی صف اول میں لڑتے تھے، وہ اکثر اوقات انہیں غیر ضروری طور پر گھر جانے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔

ایک بار ہمارا مرکز پکتیا کے شاہی کوٹ میں تھا، اس وقت زدران قبائل کے مابین ایک معاملے پر تنازعہ چل رہا تھا۔ حقانی صاحب نے کچھ دوستوں کے ہمراہ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش شروع کی، انہوں نے مجھے شاہی کوٹ مرکز کا کمانڈر مقرر کیا اور خود یہاں سے چلے گئے، ہمارے مرکز میں 35 مجاہدین باقی رہ گئے، جن میں سے ہر ایک نے 8 یا 9 ماہ گزارے تھے اور ایک طویل عرصے سے گھر نہیں گئے تھے، ان میں حقانی صاحب کا چھوٹا بھائی خلیل الرحمٰن بھی شامل تھا۔ جس نے ان دنوں شادی کی تھی، لیکن حقانی صاحب انہیں گھر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

جب ہمیں پتہ چلا کہ حقانی صاحب وہاں پہنچ گئے ہیں تو میں نے خلیل الرحمن سے کہا کہ اب گھر جانے کا موقع ہے، حقانی صاحب کے گھوڑوں کو بھی گھر لے جائیں، یہاں ٹھنڈ ہے، ایک بہانہ بھی ہے، اگر حقانی صاحب نے پوچھا کہ خلیل الرحمن کو اجازت کیوں دی؟ تو میں ان سے کہوں گا کہ آپ کے گھوڑوں کو گھر لے جانے کے لئے اجازت دی۔

جب ہم مرکز سے زدران پہنچے، حقانی صاحب نے مصافحہ کے بعد پوچھا، خلیل الرحمن کہاں ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ وہ آپ کے گھوڑوں کو گھر لے گیا، مرکز میں سردی تھی اور کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

حقانی صاحب نے کہا کہ کوئی اور لے جانے والا نہیں تھا کہ آپ نے خلیل کو بھیجا؟ میں خاموش ہوا اور کمرے سے باہر نکل گیا، وہ ناراض ہو گئے اور دو دن تک مجھ سے بات نہیں کی۔

اگرچہ میں نے اور بھی بہت سی غلطیاں کی ہیں، لیکن وہ میری غلطیوں کو در گزر کرتے اور کبھی بھی میری غلطیوں کی وجہ سے وہ مجھ سے اتنے ناراض نہیں ہوئے تھے کہ وہ مجھ سے بات ہی نہ کریں لیکن خلیل الرحمن کو رخصت دینے پر وہ شدید برہم ہوئے اور مجھ سے بات کرنا چھوڑ دی۔

مجھے یہ بھی یقین ہے اگر میں دس دیگر ساتھیوں کو جانے کی اجازت دیتا تو وہ مجھ سے کوئی سوال نہ کرتے اور نہ ہی ناراض ہوتے، لیکن اپنے بھائی کو چھٹی دینے پر وہ مجھ سے خفا ہو گئے۔

ایسی شخصیات بہت کم پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالی ان کی عظیم خدمات قبول فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

شیخ حقانی صاحب کی ادبی خدمات

احمد عزام

شیخ جلال الدین حقانی صاحب کی علمی، جہادی اور سیاسی خدمات پر بہت سے ساتھیوں نے اپنی فہم اور ذوق کے مطابق لکھا ہے جس میں انہوں نے امت کو راہ جہاد میں ان کی جدوجہد، تکالیف، ہجرت اور اسفار سے متعلق مفید معلومات دی ہیں۔ دین مبین کے ساتھ ان کے صدق اور اخلاص کی سچی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ جی ہاں حقانی صاحب کی خدمات کا اگر ہر میدان میں جائزہ لیا جائے اور اسے قلمبند کیا جائے تو کئی جلدوں کی کتاب تیار ہو جائے لیکن اس کے باوجود ان کی خدمات کا کماحقہ جائزہ لینا ناممکن ہو گا۔ تاہم پھر بھی لکھنے والوں نے اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے کچھ ضرور لکھا ہے۔ تاکہ ان کے بارے میں لوگوں کو کچھ جاننے کا موقع ملے۔ اگر ان جیسی شخصیات پر ہم کچھ نہیں لکھیں گے اور اسے تاریخ کا حصہ نہیں بنائیں گے تو کل لوگ اسلام کے عظیم سپوت اور کفار کے زر خرید غلاموں میں فرق نہیں کر سکیں گے۔ جس طرح آج کل کے کچھ سادہ لوح افغان امان اللہ خان، نور محمد ترہ کئی اور ڈاکٹر نجیب کو ملکی ہیروز مانتے ہیں۔ اسے ہماری کمزوری ہی سمجھیں کہ ہم نے ضمیر فروشوں کی اصلیت سے لوگوں کو اپنے قلم کے ذریعے خبردار نہیں کیا اور نہ ہم نے اپنے سچے ہیروز جنہوں نے جہاد کی راہ میں کفار کو ناکوں چنے چبوائے کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔ تحریری آثار قارئین کی ذہن سازی اور خاص کر ہماری آنے والی نسلوں کے لیے ایک تاریخ کے طور پر محفوظ ہوں گے۔ اس طرح دین اور وطن کے دشمنوں کو یہ موقع نہیں ملے گا کہ وہ ہمارے اسلاف کے سنہرے کارناموں کی تاریخ میں ردوبدل کر کے ہماری نسلوں کو گمراہ کریں۔

اسی لیے ہم نے دنیا کے دو سپر پاورز کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے عظیم جہادی رہبر، مصلح اور مطیع شخصیت الحاج جلال الدین حقانی صاحب رحمہ اللہ کی ادبی خدمات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ کیوں کہ علمی خدمات پر تاریخ میں بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ دوسری جانب عسکری اور سیاسی میدان میں اتنی زیادہ مصروفیت کے باوجود حقانی صاحب کا علمی وادبی میدان میں خدمت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کی اہمیت کو واضح کر دینے کے لیے کافی ہے۔ پہلے ان کے ان خدمات کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے روس کے خلاف جہاد میں بہت ہی قلیل وسائل کے ذریعے انجام دی ہیں۔

1: **منبع الجهاد** کے نام سے ایک ماہنامہ جو پشتو اور عربی میں شائع ہوتا تھا۔ جس میں اس وقت کے صف اول کے قلم کاروں کی سیاسی، ادبی اور علمی تحریریں شامل ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ حالات حاضرہ پر بھی تحقیقی مضامین اس مجلے کی زینت بنتے تھے۔

2: **نصرت الجهاد** کے نام سے ایک اور جہادی ہنامہ جاری کیا گیا تاکہ روس کے خلاف جاری جہاد سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ یہ مجلہ اردو زبان میں ہر ماہ وقت کے اہم کالم نگاروں کی روسی جارحیت کے خلاف مظالم پر لکھی گئی تحریروں سے آراستہ ہو کر شائع ہوتا۔ یہ مجلہ روسی جارحیت اور ان کی کٹھ پتلیوں کے مظالم پر اردو زبان میں واحد مرجع کی حیثیت رکھتا تھا۔

3: اس وقت ریڈیو برقی میڈیا کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ حقانی صاحب نے اس کی اہمیت کو بھانپتے ہوئے ریڈیو تک رسائی حاصل کر لی تھی اور ایک ایف ایم چینل

سے " مجاہدغگ" [مجاہد کی آواز] کے نام سے صبح شام 4 گھنٹے نشریات ہوتی تھیں۔ان نشریات میں دینی،سیاسی ،ادبی ،معلوماتی پروگرامز سمیت جہادی محاذوں کی تازہ ترین صورتحال سے بھی اپنے سننے والوں کو آگاہ کیا جاتا۔

4:ہفت روزہ "دجہاد ہندارہ"۔

یہ بھی ایک ہفت روزہ جہادی مجلہ تھا جو پشتو زبان میں صرف جہادی محاذوں کی خبروں اور مضامین سے مزین ہو کر قارئین کے ہاتھوں تک پہنچتا۔

5:کتاب لکھنے والے اور اس فن کے ماہرین افغان سماج میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ہمارے علماء اور اہل قلم کتابوں کی تصنیف سے دور رہے ہیں اس کی ایک دلچسپ وجہ یہ ہے کہ انہیں کتاب لکھنے کی نہیں بلکہ اس کی اشاعت کی پریشانی ہوتی ہے،ان کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ کتاب لکھ کر اس کی اشاعت کے اخراجات بھی برداشت کرسکیں۔حقانی صاحب کو اس مسئلے کا علم تھا اس لیے انہوں نے تمام اہل قلم کی لکھی گئی کتابوں کے لیے ایک موثر ٹیم تشکیل دی تھی جو اپنی ترتیب سے جہادی علمی اور اصلاحی کتابوں کی اشاعت کا ذمہ دار تھا۔اس طرح درجنوں کتب شائع کرائی گئیں۔

6:امریکا نے افغانستان پر صرف عسکری جارحیت نہیں کی تھی بلکہ اس کے ساتھ فکری اور ثقافتی جارحیت بھی کی۔چونکہ عسکری جارحیت میں جتنی تباہی املاک اور جانوں کی ہوتی ہے اس سے زیادہ تباہی فکری یلغار کے نتیجے میں سامنے آتی ہے۔امارت اسلامیہ کے دوسرے رہنماوں سمیت حقانی صاحب رحمہ اللہ بھی کفار کے اس حملے کا موثر جواب دینے کے لیے وسائل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جس کے بعد انہوں نے منبع الجہاد کے نام سے ایک جہادی اسٹوڈیو کی بنیاد رکھی۔اس جہادی اسٹوڈیوں کے کارکنوں نے دن رات محنت کرکے جہادی محاذوں کی عکسبندی کرکے انہیں دنیا تک پہنچایا۔یہ جہادی اسٹوڈیو آج بھی فعال ہے اور مجاہدین کی فدائی حملوں،بارودی سرنگوں اور گھات لگاکر کیے جانے والے حملوں کی دلچسپ فلمیں ہر سال نشر کرتا ہے۔یہ کام بہت مفید رہا اور کفار کے فکری یلغار کا موثر جواب دینے کا ذریعہ ثابت ہوا۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کو مذکورہ ثقافتی خدمات کم نظر آئیں۔لیکن اگر وہ روسی جارحیت اور اس وقت کے حالات سے اچھی طرح واقفیت حاصل کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ جہادی محاذ پر ان کی اتنی زیادہ مصروفیات کے باوجود یہ خدمات بہت زیادہ ہیں۔اس میدان کی طرف ان کی توجہ سے ان کے اخلاص اور جہادی امور میں ان کی ہمہ جہت سوچ واضح ہوتی ہے۔میرے خیال میں اس وقت حقانی صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ فکری یلغار کا موثر جواب دینے کا کسی نے نہیں سوچا۔اگر کسی نے اس میدان میں قدم رکھا بھی ہے تو وہ حقانی صاحب جتنی خدمت نہیں کرسکا۔دوسری جانب حقانی صاحب کی وہ تقاریر بھی روسی جارحیت اور امریکی جارحیت کے خلاف ان کی فکری یلغار کے خلاف ایک موثر وسیلے کے طور کام کرتی رہیں۔اس زمانے میں ان کی تقریروں کے دو فائدے تھے۔پہلا یہ کہ لوگوں کو جہاد فریضے سے آگاہ کرنا اور راہ جہاد میں نکلنے کی ترغیب دینا۔اور دوسرا یہ کہ عوام کو دشمن اور اس کی کٹھ پتلیوں کے مذموم سازشوں سے آگاہ کرنا۔

حقانی صاحب رحمہ اللہ نے ہر محاذ پر اس طرح فعالیت دکھائی ہے کہ آنے والی کئی صدیوں تک مجاہدین ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

ہماری اہل قلم حضرات سے گذارش ہے کہ اپنے جہادی رہنماوں کی ہر میدان میں خدمات پر قلم اٹھائیں تاکہ اسے تحریری طور پر محفوظ کیا جاسکے اور آنے والی نسلیں ان کو مشعل راہ بناکر اس میں اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔

سچا حقانی اور حقانیت کا مینار

بدر زلاند

مرحوم جلال الدین حقانی رحمہ اللہ افغانستان کی وہ نامور شخصیت تھی جن کا نام پوری دنیا یکساں متعارف اور مشہور ہے۔ حقانی رحمہ اللہ امت مسلمہ کا وہ بہادر اور ہیرو تھا جس نے زندگی کی مشکلات اور مصائب سے بھرپور اوقات میں تادم مرگ اپنے دین اور وطن کے ساتھ انتہائی وفادار ہو کر خدمات سرانجام دیں۔ حقانی رحمہ اللہ ان جاہ پرست اور عیاش لوگوں کی جماعت میں کبھی شریک نہیں ہوئے جنھوں نے اسلام اور جہاد کا نام استعمال کر کے اپنی اور بچوں کی دنیوی زندگی آسودہ بنانے کے لیے متاع دین ودانش اور تمام قربانیوں کو بیچ ڈالا اور اب بیرون ممالک میں عیاشیوں میں مصروف ہیں۔

حقانی رحمہ اللہ نے اپنے چار جگر گوشوں سمیت سویت یونین اور امریکی استعمار کے خلاف اپنے گھرانے سے سینکڑوں شہداء دیئے۔

حقانی خاندان وہ سچا اور حق گھرانہ ہے جن کے متعدد معزز افراد نے گزشتہ تین دہائیوں سے وطن عزیز کی آزادی کی خاطر پاکستان اور افغانستان کی جیلوں میں سالوں سال گزارے۔ مگر ان کے فولادی عزم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ من جملہ ان میں سے ابراہیم حقانی، حاجی خلیل حقانی، انس حقانی اور حاجی مالی خان زدران قابل ذکر ہیں۔

حقانی رحمہ اللہ کا گھرانہ وہ متدین اور مسلمان گھرانہ ہے جن کی نسل کو دیکھ کر ہر شخص صحابہ اور تابعین کی تاریخ کو سامنے دیکھتا ہے۔

حقانی صاحب نے اپنے پیچھے ایسا باوقار گھرانہ اور غیور اولاد چھوڑی ہے جن میں سے ہر ایک تقوی، حیا، اسلامی حمیت اور غیرت کا مینار ہے۔

ایک ساتھی بتا رہا تھا کہ حقانی صاحب نے زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بیٹوں کو بطور وصیت فرمایا: میں نے آپ کے لیے زمینیں، جائیدادیں اور پہاڑ بطور میراث نہیں چھوڑے۔ اگر کچھ چھوڑا ہے تو بس مصائب تکالیف اور مصیبت زدہ مجاہدین چھوڑے ہیں اس لیے ان کا بڑا خیال رکھنا۔

سبحان اللہ! یہ باتیں حقانی رحمہ اللہ کی حقیقی تقوی کی علامت ہیں۔ اور ان کے کارناموں پر حقانی مرحوم کے نشیمن اور ان کی راہ پر چلنے والے ہمیشہ فخر کریں گے۔ حقانی رحمہ اللہ وہ پاک نفس، غیور قائد تھے جنھوں ملک کی آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بنفس نفیس 500 سے زائد جہادی معرکوں میں حصہ لیا تھا۔

موصوف صرف یہ نہیں کہ سویت یونین کے کمیونسٹ غاصبوں اور امریکا سمیت باون ممالک کے یورپی اتحاد کے زر اور زور کے آگے سرنڈر جھکے بلکہ دونوں طاغوتی قوتوں کے خلاف برملا علم جہاد بلند کیا اور مقابلہ کا اعلان کیا۔ دیگر اہل وطن سے پہلے اپنے پیارے بیٹوں سے محاذوں کو آراستہ کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کے غیور عوام ہر دم ان کے پیچھے کھڑی تھیں اور آج بھی ان کے نام پر نازاں ہیں۔

مرحوم حقانی صاحب کی زندگی اور غیرت پر اگر لکھنا شروع ہو جائیں تو ان کے شاہکار جہادی کارناموں سے کئی ضخیم کتابیں وجود میں آسکتی ہیں۔ اگر حقانی مرحوم کی اولاد کے اخلاق، شجاعت اور دینداری پر لکھنا شروع ہو جائیں تو ہر ایک بیٹے کے کردار سے کتابیں بھر جائیں گی۔

اللہ جل جلالہ سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم حقانی صاحب کی ملک وملت کے لیے تمام تکالیف، مصائب اور مشکلات کو قبول فرمائے اور ان کی قبر کو انوار و برکات سے بھر دے۔ ان کی ذریت طیبہ اور نام لیواوں کو انہی کے مقدس طریقہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور دشمن کی ہر تدبیر سے انہیں محفوظ فرمائے۔

امین ثم امین

جلال الدین حقانی نابغہ روزگار شخصیت

ابوظہیر

مسلمان ہمیشہ اپنے بہادر، باضمیر اور باصلاحیت رہنماوں پر فخر کرتے ہیں اور انہیں اخلاص، محبت اور احترام کے ساتھ خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ایک عرب کہتا ہے:

ولا تزال ھذہ الأمة تفتخر علی مفاخر الرجال

ہمارے ملک نے اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں نامور شخصیات، علماء کرام، سرفروش مجاہدین، بہادر قائدین اور مخلص لوگوں کی ایک بڑی تعداد کی پرورش کی ہے۔ کامیابیوں، فتوحات اور ان گنت قربانیوں نے نہ صرف ہماری افغان تاریخ کی اہمیت بڑھا دی ہے بلکہ تاریخ رقم کرنے والے غیور قائدین اور رہنماوں کو امت مسلمہ کے ہیرو کے طور پر بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی دوسری برسی ہے، وہ ہماری حالیہ تاریخ کی قابل فخر اور مشہور شخصیات میں سے ایک مایہ ناز رہنما سمجھے جاتے ہیں۔ جہادی کارناموں، فتوحات اور گرانقدر خدمات کی بدولت نہ صرف افغان عوام انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں بلکہ دنیا بھر کے دوسرے مسلمان بھی ان کی عظیم کارناموں اور خدمات کا اعتراف کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہماری قوم کے سابقہ اور موجودہ دونوں دشمن (سوویت یونین اور امریکا) ان کی جرات، بہادری اور بے مثال جنگی مہارت اور تجربے کو تسلیم کرتے ہیں۔

جب ہم حقانی صاحب رحمہ اللہ کی سوانح عمری یا سیرت پڑھتے ہیں تو ہم ان کے بہت سے ہم عصر علماء کرام اور افراد کو دیکھتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ حقانی صاحب نہ صرف ایک جید عالم دین اور مجاہد تھے، بلکہ ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ وہ جہاد کے کٹھن راستے میں بھی کماحقہ شریعت کے اصول، احکام اور ضوابط کے پابند تھے اور جہاد کے دوران انہوں نے ہر قسم کے غیر شرعی امور، اعمال اور افعال سے اجتناب کیا۔ ان کے مطابق: وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے حکم سے پیچھے نہ ہٹیں اور اللہ کے اوامر سے انحراف اور سرکشی نہ کریں۔ دوسرے الفاظ میں حقانی صاحب کی جہادی اور ذاتی زندگی "احقاق الحق اور ابطال الباطل" سے عبارت تھی، انہوں نے اس راہ میں کسی بھی قسم کی غفلت، کاہلی اور لاپرواہی کا مظاہرہ نہیں کیا اور حق کے دفاع اور باطل کی سرکوبی میں کسی کی پرواہ نہیں کی۔

حقانی صاحب ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ایک بہادر کمانڈر اور دلیر مجاہد تھے جو علم، علماء، مدارس اور طلبا سے بہت محبت کرتے تھے، مختلف سیاسی مصروفیات اور جہادی سرگرمیوں کے باوجود وہ علماء، مدارس اور طلبہ پر توجہ دیتے، انہوں نے مختلف دینی مدارس کی بنیاد رکھی تھی اور بڑی تعداد میں مدارس قائم کیے اور ان کی نگرانی کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا، وہ دیگر مدارس اور علماء کرام کی خدمات کو بھی سراہتے تھے، وہ ہر وقت علماء کے ساتھ رابطے میں رہتے تھے، ان کے ساتھ ملاقاتیں اور ان کی عیادت کرتے تھے۔ اس سلسلے میں پاکستان کے شہر کراچی میں واقع ایک مشہور مدرسہ (جامعہ احسن العلوم) کے سربراہ اور شیخ الحدیث مولانا مفتی زرولی خان نے ایک دن ایک نجی مجلس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ جو اپنے عصر کے محدث اور استاذ کل تھے، نے مولانا جلال الدین حقانی سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنایا، ان کا کہنا تھا کہ ایک دن مولانا جلال الدین حقانی نے ملاقات کے لئے مجھ سے وقت مانگا، میں نے پیغام لانے والے شخص سے کہا کہ فی الحال میں مصروف ہوں، ملاقات کے لئے وقت نہیں دے سکتا۔ انہوں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب وہ جارہے تھے تو کاغذ کا ایک ٹکڑا میرے ایک

معتمد خاص کے حوالے کیا اور ان سے کہا: میں نے شیخ صاحب کے لئے ایک گاڑی خریدی ہے، میں نے قیمت ادا کر دی ہے، آپ فلاں شوروم سے گاڑی لے آئیں۔ مفتی زرولی خان صاحب کہتے ہیں: مولانا حسن جان شہید جب یہ واقعہ سناتے تو ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ اور کہتے کہ ہمارا سلوک دیکھیں اور ان کی شفقت، اخلاق اور رویہ دیکھیں۔

وہ دینی مدارس کے طلبہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے، ایک مشہور مجاہد شاعر اور ادیب مولوی بدرالدین حقانی نے لکھا ہے کہ میں (بدرالدین) طالب علم تھا، ایک دن پشاور میں حقانی صاحب کے سیاسی دفتر گیا۔ وہ بھی اسی وقت کسی غیر ملکی سفر سے واپس آئے تھے، اس نے مجھے جیب خرچ دیا اور پھر کہا کہ طالب! ابھی جائیں مگر رات کو واپس آئیں، میں نے ان سے کہا کہ میں طالب علم ہوں، شاید چوکیدار مجھے اندر آنے کی اجازت نہ دیں، انہوں نے جیب سے کاغذ نکالا اور اس کے ایک چھوٹے ٹکڑے پر اپنے ہاتھ سے لکھا:

محترم چوکیدارو! "بدرالدین طالب جب بھی چاہے آسکتا ہے، آپ اسے نہ روکیں"

مذکورہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حقانی صاحب علم دوست رہنما تھے، اور علمائے کرام اور طلبہ کے ہمدرد تھے۔ اس وقت اور بھی بہت سارے جہادی کمانڈر تھے جو دینی مدارس سے فارغ التحصیل تھے لیکن ان میں سے شاید بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے بارے میں لوگ جانتے ہیں یا ان کے کارنامے بیان کئے جاتے ہیں، کیوں کہ وہ کمزور شخصیات کے مالک تھے۔ وہ صرف اپنے ذاتی مفادات میں دلچسپی رکھتے تھے، انہیں دوسروں کی کوئی پرواہ نہیں تھی، اس لئے آج تاریخ میں ان کے لئے جگہ نہیں ہے۔

ایک اور جید عالم دین (مولانا منظور مینگل) کے مطابق:

مولوی جلال الدین حقانی ایک عظیم انسان تھے اور ان کے کارنامے اور خدمات بھی عظیم ہیں۔ میرے نزدیک ہمارے اکابرین کی پوری تاریخ میں کسی نے بھی جہاد میں اتنا وقت نہیں گزارا ہے جتنا وقت حقانی صاحب نے جہاد میں صرف کیا ہے، ان کے جہادی کارناموں کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مجاہد جہاد کے میدان میں جو تکالیف اور مشکلات صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہے، دوسرے لوگ ان کا تصور کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اس لئے کہ جہاد ایک ایسا میدان ہے جو «من لم یذق لم یعرف» کا مصداق ہے، جو کسی چیز کا ذائقہ چکھ نہیں لیتا، اسے اس کا ذائقہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ لہذا جس نے عملی جہاد میں حصہ نہیں لیا ہے، وہ حقانی صاحب کے کارناموں کو بیان نہیں کر سکتا۔

حقانی صاحب ہمارے ملک کی ایک جامع اور مقبول شخصیت تھی جو اپنے تمام ہم عصر علماء کے رہنما سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ نہ صرف افغان علماء کی نظر میں معزز تھے، بلکہ بیرون ملک بھی انہیں شہرت اور مقبولیت حاصل تھی، پاکستان اور عرب دنیا کے علماء کرام ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ماضی قریب میں وہ قومی سطح پر ملک میں واحد عالم دین اور جہادی رہنما تھے، جنہیں پڑوسی ملک پاکستان کے تمام جید علماء کرام اور مدارس کی جانب سے اپنے اجتماعات اور مجالس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے دعوت دی جاتی تھی اور ان کا پرتپاک استقبال کیا جاتا تھا۔ پشاور سے لاہور اور کراچی تک علماء کرام اور روحانی شخصیات ان سے بہت محبت کرتے تھے، حقانی صاحب بھی باہمی احترام کے اصولوں پر کاربند تھے، وہ اپنے علاقے اور پڑوسی ملک کے علماء کرام کے ساتھ قریبی اور دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، اور انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، حقانی صاحب کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ عوام کے مزاج اور روایات سے بخوبی واقف تھے اور ان کی اہمیت اور ضرورت سے بھی واقف تھے، دوسرے الفاظ میں وہ اپنے زمانے کے لوگوں کو جانتے تھے اور اپنے وقت کے حالات سے واقف تھے، وہ ایسے رہنما نہیں تھے کہ حالات سے بے خبر تھے اور ان کی ساری توجہ جہاد کی طرف تھی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے دوسرے امور کے مقابلے میں جہادی امور کو ترجیح دی تھی اور ذرا سی غفلت، کاہلی اور لاپرواہی کو برداشت کرنے کے قائل نہیں تھے۔ وہ جہادی امور کے علاوہ سیاسی، علمی، معاشی اور معاشرتی شعبوں کو بھی اہم سمجھتے تھے اور ان پر توجہ دیتے تھے، اپنے ملک کے

قومی مفادات کے تحفظ کے علاوہ علاقے اور پوری اسلامی دنیا کی صورتحال اور باریکیوں پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور اپنی بصیرت اور دور اندیشی کی روشنی میں وہ وقتاً فوقتاً مسلم رہنماؤں کو قیمتی مشورے دیتے تھے۔ اگرچہ ہمارے دوسرے جہادی رہنما یا کمانڈر کمزور تھے اور اس سلسلے میں اتنے سرگرم نہیں تھے، اور نہ ہی اپنے ملک کے قومی مفادات کے تحفظ کے بارے میں اتنے حساس اور چوکس تھے۔

حقانی صاحب سخت مزاج نہیں تھے بلکہ وہ نرم مزاج عالم دین تھے، وہ اعتدال پسند رہنما تھے، وہ اسلامی تعلیمات پر کاربند اور شرعی قوانین کے پیروکار تھے۔ وہ حالات کے مطابق تقریر کرتے تھے، اگر وہ کسی دینی مدرسہ میں تقریب سے خطاب کرتے تھے تو ان کا لہجہ عالمانہ اور عارفانہ ہوتا تھا لیکن اگر کسی عوامی اجتماع سے خطاب کرتے تھے تو عوامی زبان استعمال کرتے تھے اور عوام کو سمجھانے کی کوشش کرتے تھے، اگر وہ سیاسی اسٹیج پر بات کرتے تھے تو نہایت دانشمندانہ گفتگو کرتے تھے اور سیاستدان کے لہجے میں اپنا موقف بیان کرتے تھے، اور اگر وہ میدان جنگ میں مجاہدین کو کمان دیتے تھے تو ایک تجربہ کار اور بہادر کمانڈر کی حیثیت سے صف اول کے رہنما کا کردار ادا کرتے تھے۔ وہ علمائے کرام کی مجلس میں علمی انداز سے بات کرتے تھے، وہ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر علوم پر خوب دسترس رکھتے تھے اور ان علوم کا گہرا مطالعہ کرتے تھے، وہ اپنے کارناموں کی بدولت اپنے تمام ہم عصر علمی اور جہادی رہنماؤں سے ممتاز تھے۔

حقانی صاحب عرب دنیا میں بھی بہت مشہور تھے۔ عرب لوگ بڑے شوق سے ان کے خطبات اور تقریریں سنتے تھے۔ وہ عربی زبان پر کافی عبور رکھتے تھے اور بڑی فصاحت سے عربی بولتے تھے، عرب علماء کرام نے اعتراف کیا تھا کہ قدیم اور جدید عربی سے ان کی واقفیت ہمارے لئے باعث حیرت ہے، اسی لئے عرب نے انہیں «الرجل الميداني» کا لقب دیا تھا۔

حقانی صاحب صرف گفتار کے غازی نہیں تھے بلکہ کردار اور عمل کے غازی تھے، وہ افغان جہادی تاریخ کے ماتھے کے جھومر ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی بالادستی اور سربلندی کی خاطر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا، انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر گزارا، اور نہایت صبر و استقامت کے ساتھ دوران جہاد تمام مشکلات کو برداشت کیا۔

وہ مجاہدین پر شفقت کرتے تھے، وہ اگرچہ نرم مزاج تھے لیکن کفر کے خلاف فولادی عزم رکھتے تھے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے تھے، وہ دشمن کے منصوبوں اور سازشوں سے مرعوب ہوتے نہ ہی ان کے سامنے سر جھکاتے، ان کا ہدف کوئی دنیاوی مقصد نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہمہ وقت برسرپیکار تھے۔

خاص طور پر جب امریکہ نے ہمارے ملک پر حملہ کرنے کی حماقت کی اور امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ علیہ نے اس کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، ملک کا دوسرا بااثر شخص حقانی صاحب تھا جس نے اپنے امیر کی اطاعت میں جہاد کا علم بلند کیا۔ دوسرے سابقہ جہادی رہنماؤں اور کمانڈروں کے برعکس وہ امریکی ٹینکوں اور طیاروں میں کابل نہیں گئے بلکہ اس کے بجائے انہوں نے امریکہ کے خلاف جہاد کرنے کا پختہ عزم کیا اور قابض دشمن کے خلاف عملی جہاد شروع کیا، امریکیوں نے انہیں مارنے یا گرفتار کرنے کے لئے لاکھوں ڈالر انعام مقرر کیا۔ یہاں تک کہ ان کے بیٹوں کی مخبری پر بھی لاکھوں ڈالر دینے کا اعلان کیا گیا، لیکن ان سب کے باوجود انہوں نے اپنا موقف بدلا اور نہ ہی جہاد کا راستہ ترک کیا، آج ان کی عظیم قربانیوں کے ثمرات ظاہر ہورہے ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور امریکی جارحیت کے خاتمہ کا وقت آپہنچا ہے۔ جس سے حقانی صاحب رحمہ اللہ کی روح کو راحت نصیب ہوگی، ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی تمام جدوجہد اور قربانیوں کو قبول کرنے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا کرنے کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان اور پیروکاروں کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے مشن کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

ایک تکلیف دہ معاہدہ اور مظلوم فلسطینی

حسن مومند

لارنس آف عریبیا نے کمال ہوشیاری و چالاکی سے عربوں میں قوم پرستی کا زہر گھول دیا۔ عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی، جس سے مسلمانوں کی قوت منتشر ہوئی اور ان میں دشمن کے مقابلے کی سکت نہ رہی۔ یوں ان کے اندرونی خلفشار کے سبب خلافت عثمانیہ کی مضبوط عمارت منہدم ہو گئی۔ مسلمانوں کے علاقے اغیار کے قبضے میں چلے گئے اور قبلہ اول بھی ان کے قبضے سے نکل گیا۔ دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو لا لا کر فلسطین میں آباد کیے گئے۔ یوں مسلمانوں ہی کی سرزمین پر ایک یہودی ریاست وجود میں آگئی۔ فلسطین اور قبلہ اول کو دوبارہ یہود کے چنگل سے آزاد کرانا مسلمانوں کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گیا۔ عربوں کی موجودہ زوال پذیر صورت حال کو دیکھتے ہوئے ان کے شان دار ماضی کو دوبارہ دیکھنے کے لیے آنکھیں ترسنے لگتی ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب عرب فلسطین کی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے تھے، اس کے لیے اتحادیں بنا کر اسرائیل کے خلاف جنگ کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے، وہ اسرائیل کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے۔ لیکن اب عرب حکمرانوں کی حالت بدل گئی ہے۔ اب ہر کسی کو اپنی بقا کی فکر لاحق ہے۔ قومی اور دینی حمیت کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔ فلسطین کی آزادی کی جنگ صرف فلسطینیوں کے حصے میں آئی۔ چند ایک کے علاوہ سب ممالک نے اسرائیل کے متعلق نرم رویہ اپنا رکھا ہے۔ عرب میں ایسے ممالک بھی تھے جو اسرائیل کو اپنا اولین دشمن سمجھ کر فلسطین کی آزادی و خود مختاری کے لیے لڑنے والوں کی حمایت کرتے تھے مگر اب انہی ممالک کے حکمرانوں نے اسرائیل کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائی ہیں اور مظلوم فلسطینی جو قبلہ اول کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں انہیں دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔

قارئین کے علم میں ہوگا کہ 13 اگست کو اسرائیل کے وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو نے اسرائیلی ٹی وی پر اعلان کیا کہ انہوں نے متحدہ عرب امارات کے ساتھ ایک سیکورٹی معاہدے پر دستخط کیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسرائیل اور متحدہ عرب امارات کے وفود کے درمیان سیاحت، سرمایہ کاری، امن و امان، فضائی روابط، مواصلات، ٹیکنالوجی، توانائی، صحت، ثقافت، ماحولیات، سفارت خانوں کے قیام اور دیگر باہمی مفادات کے متعلق معاہدے ہوں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ مشرق وسطی کے دو متحرک اور اقتصادی طور پر مضبوط ملکوں کے درمیان باہمی رابطوں کے قیام سے اقتصادی ترقی آئے گی۔ جدید ٹیکنالوجی میں مزید ایجادات سامنے آئیں گی جس سے ان ممالک کے درمیان حجاب اٹھ جائیں گے۔ جس سے خطے میں ترقی کے نئے در وا ہو جائیں گے۔ متحدہ عرب امارات نے امریکا ہی کے کہنے پر انہی کی ثالثی میں اسرائیل کو تسلیم کیا اور اس کا اعلان بھی امریکا ہی میں کیا گیا۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے اسرائیلی وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو اور ابوظہبی کے ولی عہد شہزادہ محمد بن زاید کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ یہ معاہدہ مشرق وسطی میں ترقی کی نئی راہیں کھول دے گا۔ یاد رہے کہ اس معاہدے سے قبل عرب میڈیا کی جانب سے ایسی رپورٹس شائع ہوئیں جس میں کہا گیا تھا کہ 2014 میں عرب اور اسرائیل کے سرمایہ کاروں کے درمیان دوبئی اور ابوظہبی میں تجارتی سرگرمیاں جاری تھیں۔ خصوصاً قیمتی پتھروں کے کاروبار میں انہوں نے کافی پیش رفت کی ہے۔ ان پتھروں کے 11 بڑے مراکز میں سے 4 مراکز ایسے ہیں جن کے مالکان یہودی ہیں۔ 2015 میں بھی میڈیا میں ایسی کلپ وائرل ہو گئی تھی جس میں امارات کی ایک عمارت پر اسرائیل کا جھنڈا لہرا کر دکھایا گیا تھا، جس پر اسلامی دنیا میں سخت رد عمل سامنے آیا۔ اس کے بعد یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ یہ ایک بے بنیاد خبر تھی اور اسے نہایت مہارت کے ساتھ چھپایا گیا۔ اس صورت حال کے بعد بھی عرب میڈیا میں گاہے ایسی خبریں شائع ہوتی رہیں جس سے دونوں ممالک کے درمیان خفیہ رابطوں کا انکشاف ہوا، اس تازہ معاہدے سے ان رابطوں اور خفیہ سرگرمیوں کی تصدیق ہو گئی۔ دل چسپ امر یہ ہے کہ محض امریکا اور یورپ کی آنکھوں کا تارا بننے کے واسطے شکست خوردہ ذہنیت کی طرف سے اس معاہدے کے بعد مظلوم فلسطینیوں پر بھی زبان درازی کی جا رہی ہے، انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جس کی دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ اس رویے کے بعد مشرق وسطی میں امن کا قیام ممکن ہو سکے گا اور اسرائیل کی جانب سے مغربی اردن اور دیگر علاقوں پر قبضے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ متحدہ عرب امارات کے وزیر خارجہ انور قرقاش نے تو یہاں تک کہا کہ اسرائیل کو تسلیم کر کے ان کے ساتھ روابط قائم کرنا ایک جرات مندانہ اقدام ہے۔ اس سے اسرائیل کی جانب سے غرب اردن پر قبضے کا سلسلہ ختم ہو گا۔ ان تعلقات کی بحالی سے اردن کے علاقوں کا انضمام بھی ختم ہو جائے گا۔ اس خطاب کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے خطاب کیا جس میں انہوں نے لمارات کے وزیر خارجہ کے باتوں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ غرب اردن میں اسرائیلیوں کو آباد کرانے کے لیے نئے گھر بنائے جائیں گے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور اور خطرناک ہے کہ اس معاہدے میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل دیگر اسلامی ممالک کے ساتھ بھی اچھے روابط قائم کرے گا اور ان روابط کے قیام کے لیے متحدہ عرب امارات اور امریکا مشترکہ طور پر کوششیں کریں گے۔ اس لیے مشرق وسطی کی سیاسیات پر لکھنے والے تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ امارات اور اسرائیل کے درمیان

ہونے والا معاہدہ دراصل سعودی عرب اور اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنے کا پہلا قدم ہے۔ یہ معاہدہ یک دم نہیں کیا گیا بلکہ بڑے عرصے سے پس پردہ اس کے لیے فضا بنائی جارہی تھی۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق محمد بن سلمان کے ولی عہد بننے سے قبل ٹرمپ کے داماد جیرڈ کشنر اس حوالے سے ان کے ساتھ رابطے میں تھا اور اس معاہدے کا اصل محرک بھی وہی تھا۔ اب تو امریکا نے بھی باقاعدہ اعلان کیا کہ امارات اور اسرائیل کے درمیان ہونے والا معاہدہ سعودی عرب کی مرضی سے طے پایا ہے۔

جس ناجائز ریاست نے فلسطینی مسلمانوں کی زمینوں پر قبضہ کرکے وہاں جبری طور پر ریاست قائم کی۔ مسلمانوں کا قبلہ اول قبضہ کرکے خواتین اور بچوں سمیت ہزاروں مسلمانوں کو ناجائز طور پر جیلوں میں رکھا۔ ایک عشرے سے غزہ کے مسلمان محاصرے میں ہیں۔ مسلسل فلسطینی مسلمانوں پر بھاری اسلحہ استعمال کرکے انھیں گھروں میں مار رہے ہیں۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ چشم فلک یہ نظارہ دیکھ رہا ہے کہ اپنے ہی بھائیوں کے اس قاتل کے ساتھ محض شخصی مفادات کے پیش نظر تعلقات قائم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس سے نہ صرف مسلمان ملت کی اجتماعیت اور ان کے اتفاق کو نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ یہ مسلمانوں کے درمیان نیا افتراق ڈالنے کی بھی بنیاد بن رہا ہے۔ یہ ایک ایسا سیاہ کارنامہ ہے جس سے آج تک عجم حکمرانوں نے بھی خود کو دور رکھا۔

سوال یہ ہے کہ عرب تو پہلے ہی سے معاشی طور پر خوشحال زندگی بسر کررہے ہیں۔ اب کون سی مجبوری آئی کہ انھیں اسرائیل کو تسلیم کرنا ضروری پڑا؟ اگر اس معاہدے کے ذریعے اسرائیل سے کوئی خیر کی توقع رکھتا ہے تو یہ محض خام خیالی اور حماقت ہے۔ لیکن قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معاہدے کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے امریکا اور مغرب کی آنکھوں کا تارا بننا۔ روس، امریکا، چین، برطانیہ، فرانس، جرمنی، کینیڈا، ہالینڈ سمیت دنیا کے 142 ممالک نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہے۔ جبکہ سعودی عرب، افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ایران، الجیریا، بحرین، کیمرون، جبوتی، عراق، کویت، لبنان، لیبیا، موریطانیا، مراکش، عمان، قطر، صومالیہ، سوڈان، شام، تیونس، یمن، برونائی، ملایشیا، انڈونیشیا، نائیجیریا، اور تین غیر مسلم ممالک بوٹان، کیوبا اور شمالی کوریا نے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان ممالک نے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کرکے کون سا نقصان اٹھایا ہے اور اگر تسلیم کرلیتے تو کون سا فائدہ انھیں حاصل ہو جاتا؟

فلسطین کے صدر محمود عباس نے اس معاہدے کو خیانت کہا اور اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ فلسطین کے وزیر خارجہ نے ابوظہبی سے اپنا سفیر واپس بلاکر کہا کہ یہ معاہدہ مسئلہ فلسطین کے ساتھ غداری اور مظلوم فلسطینیوں کے کمر میں خنجر گھونپنے کے مترادف ہے۔ حماس نے بھی معاہدے کی سخت مذمت کی اور واضح موقف اپناتے ہوئے پالیسی بیان جاری کیا کہ ایسے معاہدات آزاد و خود مختار فلسطین کی امیدوں کو ختم نہیں کرسکیں گے اور نہ ہی اس سے فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی پر کوئی منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ ایسی باتیں بھی سامنے آئی ہیں کہ اس معاہدے کے بعد امارات نے اپنا سفیر بھی فلسطین سے واپس بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یمن کے وزیر خارجہ نے بھی کہا کہ فلسطین کے حوالے سے یمن کے موقف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم نے عرب لیگ اور اسلامی کانفرنس کے اجلاسوں میں اپنا موقف نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایران کے صدر حسن روحانی نے بھی اس معاہدے کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مشرق وسطی میں اسرائیل کے قدم جمنے کے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ یہ دیکھا جائے کہ یہ معاہدہ ایسے وقت میں کیوں سامنے آیا جب امریکا میں انتخابات ہورہے ہیں؟ اگر اس معاہدے کے نیک مقاصد ہیں تو اس کا اعلان امریکا میں کیوں کیا گیا؟ اس معاہدے کے دیگر بہت سارے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آمدہ انتخابات میں واشنگٹن میں اس قوت کو کامیابی دلائی جائے جنہوں نے اس معاہدے کے لیے دباؤ ڈالا تھا۔ ترک صدر رجب طیب اردوان نے بھی معاہدے کی مذمت کی ہے۔ حالاں کہ کمال اتاترک کے زمانے سے ترکی اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے جنہوں نے اسرائیل کو تسلیم کیا۔ اسلام پسند ترک لیڈر طیب کے اردوان کے برسراقتدار آنے کے بعد بھی دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہیں۔ ہر سال دو لاکھ اسرائیلی سیاحت کے لیے ترکی جاتے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان تجارت کا حجم دو ارب ڈالر تک پہنچ رہا ہے، دونوں ممالک کی فوجیں مشترکہ مشقیں بھی کرتی ہیں۔ 2005 میں طیب اردوان نے اسرائیل کا دورہ کیا، پھر 2007 میں اسرائیل کے سابق وزیر اعظم شمعون پیریز نے بھی ترکی کا دورہ کیا۔ ترکی کی جانب سے غزہ کے متاثرین کے لیے ادویات اور غذائی مواد لے جانے والے سمندری قافلے پر اسرائیل کی جانب سے حملے کے بعد دونوں ممالک کے سفارتی تعلقات میں سرد مہری آئی، جو اسرائیل کی مسلسل کوششوں کے بعد درست ہوگئے۔ 2017 میں جب امریکا نے بیت المقدس کو اسرائیل کے دار الحکومت کے طور پر تسلیم کیا تو ترکی نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کرنے کی دھمکی دی، لیکن پھر ایسا نہیں کیا گیا، اب تک دونوں کے درمیان مضبوط سفارتی تعلقات قائم ہیں۔

مسلم ممالک میں مصر دوسرا ملک ہے جس نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ ان کے باقاعدہ سفارتی تعلقات ہیں۔ انہوں نے اسرائیل کے ساتھ دو جنگوں میں شکست کھانے کے بعد امریکا کی ثالثی میں کیمپ ڈیوڈ معاہدے میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ عرب ممالک میں اردن اور عمان نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم ہیں لیکن دونوں ممالک کے اسرائیل کے ساتھ وسیع پیمانے پر تجارتی روابط قائم ہیں۔ ایران نے بھی اسرائیل کو تسلیم کیا تھا لیکن انقلابِ ایران کے بعد خمینی نے اس کے ساتھ روابط منقطع کردیے جو آج تک منقطع ہیں۔ اسرائیل کے پڑوس میں شام اور لبنان دو ایسے ممالک ہیں جن کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات بہتر نہیں ہیں لیکن یہ دونوں ممالک اندرونی خلفشار کی وجہ سے اسرائیل کو اپنے لیے خطرہ نہیں سمجھتے۔ اسرائیل کی جانب سے شام پر حملوں کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ خطے کے ممالک پر اپنا رعب

جمالیں۔آج کل عرب ممالک میں صرف قطر ایسا ملک ہے جن کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات نہایت کشیدہ ہیں۔ سعودی عرب اور امارات دونوں اسرائیل کے ساتھ جنگوں میں شریک نہیں تھے لیکن اس کے باوجود یہ دونوں ممالک اسرائیل کو ایک دشمن کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بدقسمتی سے جب ایران اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات میں سرد مہری کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کو حریف سمجھنے لگے، ایران نے خطے میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے پر خصوصی توجہ دی۔ شام اور لبنان کی طرح عراق اور یمن کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ان چاروں ممالک میں عسکری لحاظ سے خود کو مضبوط کیا، جس کی وجہ سے سعودی اور خطے کے دیگر ممالک ایران کو اسرائیل سے بھی زیادہ خطرناک سمجھنے لگے۔ امریکا اور دیگر شیطانی قوتوں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل اور سعودی و دیگر عرب ممالک کے تعلقات قائم کرنے کی کوششیں کیں۔اسی کا نتیجہ تھا کہ اسرائیل کے کئی عرب ممالک کے ساتھ خفیہ رابطے شروع ہوئے اور اب نوبت بایں جا رسید کہ کئی عرب ممالک نے اسرائیل کے وجود کو ہی تسلیم کر کے اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کر لیے۔لہٰذا تجزیہ نگاروں کا یہ کہنا بجا ہے کہ خطے میں ایران کا اثر ورسوخ اور دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور وہاں عسکری طور پر انھیں مضبوط کرنے کا مقصد عرب ممالک کو ان سے خوف زدہ کرنا ہے تاکہ عرب ممالک اپنے دفاع کی خاطر امریکا سے مزید اسلحہ خریدیں۔ان کی کوشش رہتی ہے کہ اسلامی دنیا میں باہمی جنگوں کا سلسلہ چلتا رہے، تاکہ اس صورت حال میں وہ امریکا کو اپنا نجات دہندہ تصور کر کے عربوں کو ایران سے خوف زدہ کر کے انھیں اسرائیل کا حلیف بنالیں۔اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ سعودی اور دیگر عرب ممالک سے امریکا نہایت کم نرخ پر تیل لیتا ہے، لیکن اب امریکا کو پہلے کی طرح عربوں کے تیل کی ضرورت نہیں رہی۔ 2018 تک سعودی عرب دنیا کا سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے اور برآمد کرنے والا ملک تھا۔ تیل کی خرید وفروخت کرنے والی کمپنیوں پر سعودی عرب کا کنٹرول تھا مگر 2018 کے بعد حیرت انگیز طور پر امریکا دنیا کا سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک بن گیا۔ رواں سال جب کرونا کی وبا ظاہر ہوئی تو عالمی سطح پر تیل کی طلب میں بھی کمی آئی جس کی وجہ سے قیمتیں بھی گر گئیں۔ سعودی عرب نے تیل کی پیداوار میں کمی کا فیصلہ کرتے ہوئے تیل پیدا کرنے والے دیگر ممالک سے بھی یہی مطالبہ کیا۔ جب روس نے یہ مطالبہ مسترد کیا تو اس کے تیل میں یک دم اضافہ ہوا، یوں روس عالمی سطح پر تیل پیدا کرنے والے ممالک میں پہلے اور سعودی عرب تیسرے نمبر پر آگیا۔

امریکا میں بڑے پیمانے پر تیل کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔تازہ ترین سروے رپورٹس کے مطابق امریکی ذخائر میں 254 ارب بیرل تیل موجود ہے۔روس کے ذخائر میں 256 ارب بیرل تیل موجود ہے۔ سعودی عرب کے ذخائر میں اب 212 ارب بیرل تیل موجود ہے۔ کینیڈا کے ذخائر میں 167، ایران کے ذخائر میں 143، برازیل کے ذخائر میں 120 ارب بیرل تیل موجود ہے۔ الغرض! اب امریکا کو سعودی عرب کے تیل کی ضرورت نہیں رہی۔ بلکہ اب تو سعودی عرب اقتصادی لحاظ سے امریکا کا محتاج ہے۔

امریکا اور دیگر شیطانی قوتوں نے عربوں کے درمیان ان کے آپس کے اختلافات کو اتنی ہوا دی ہے کہ اب عرب اقتصاد اور دفاع دونوں میں امریکا کے محتاج ہیں۔اس لیے عرب ممالک امریکا کے معمولی دباؤ کے سامنے بھی نہیں ٹک سکتے۔ایک طرف ایران کا خوف ہو اور دوسری جانب امریکی دباؤ ہو تو ایسے ناپسندیدہ فیصلے ہی سامنے آتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معاہدہ عالمی شیطانی قوتوں کی ایما پر کیا گیا، جس سے دنیا کے غیور مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی، لیکن قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان جلد سفارتی تعلقات شروع نہیں ہوں گے۔اس معاہدے میں جن نکات پر اتفاق کیا گیا ہے ان پر بھی جلد عمل درآمد ہوتا دکھائی نہیں دیتا، کیوں کہ اگر اسرائیل نے وعدوں کی خلاف ورزی کی تو دنیا میں ایسی کوئی قوت موجود نہیں جو اس پر معاہدے کی عمل داری کے لیے ان پر دباؤ ڈالے۔یہ حقیقت ہر کسی کو معلوم ہے کہ یہودی نہایت غدار، خائن اور مکار قوم ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ اور ان کے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ کوئی وعدہ وفا نہیں کیا تو انسانوں کے ساتھ کیا وفا کریں گے۔ پھر جب ایک طرف امارات جیسی کمزور ریاست ہو اور دوسری جانب اسرائیل جیسی ایٹمی طاقت کی حامل ریاست ہو اور اس کی پشت پر امریکا اور پورا مغرب ہو۔ایسے میں دنیا میں کون سی ایسی قوت ہوگی جو ان معاہدوں کی خلاف ورزی پر اسرائیل سے پوچھ گچھ کرے۔

امریکا اسرائیل اور امارات کی جانب سے جاری کردہ مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل مغربی اردن کے علاقوں پر قبضے کا سلسلہ ختم کرے گا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے پر اسرائیل سے پوچھنے والا تو کوئی نہیں ہے۔اس معاہدے کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی جب اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے اسرائیل اور دنیا بھر کے یہودیوں کو اطمینان دلایا کہ اسرائیل کی جغرافیائی حدود کو وسیع کرنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ مغربی اردن کے انضمام کا پلان جاری رہے گا، یہ معاہدہ اس پلان پر کوئی منفی اثر نہیں ڈال سکتا۔یہ خبریں بھی میڈیا میں شائع ہوئیں کہ اس معاہدے کے بعد دونوں ممالک کے سربراہوں کے درمیان ہونے والی ملاقات کو امارات نے منسوخ کیا، کیوں کہ اسرائیل نے امریکا کی جانب سے امارات کو ایف 35 لڑاکا طیارے دینے کی مخالفت کی تھی۔امریکا کے ایف 35 لڑاکا طیارے جدید اور تیز ترین طیارے ہیں، جو اب تک امریکا نے صرف جاپان، جنوبی کوریا اور اسرائیل کو دیے ہیں۔ متحدہ عرب امارات اور امریکا کے درمیان ان طیاروں کے تبادلے پر بات چیت جاری ہے۔ اسرائیل نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے امریکا کو پیغام دیا کہ امارات کو یہ طیارے نہ دیے جائیں کیوں کہ اس سے مشرق وسطیٰ میں طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔اسرائیل کی یہ مخالفت امارات کی ناراضگی کا سبب بنا۔اسی وجہ سے 28 اگست کو دونوں ممالک کے سربراہوں کے درمیان ہونے والی ملاقات امارات نے اس وقت منسوخ کر دی جب امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو اسرائیل کے دورے سے واپس نہیں ہوئے تھے۔

جنگی جرائم ستمبر 2020

سید سعید

یکم ستمبر 2020 کو سرکاری طیاروں نے صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے کوسا قلعہ اور نودا علاقوں پر بمباری کی، جس سے دو مساجد اور متعدد شہری مکانات منہدم ہوگئے۔

یکم ستمبر کو افغان فوجیوں نے صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ میں عالم خیل مسجد کو شہید کر دیا۔

یکم ستمبر کو صوبہ تخار کے ضلع نمک اب میں افغان فورسز نے ایک خاتون کو شہید کر دیا۔

یکم ستمبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ اتش کے گاؤں لودینانو میں سیکورٹی فورسز نے ایک خاتون کو شہید کر دیا۔

4 ستمبر کو صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے گاؤں مومن خیل میں سرکاری فوج کی گولہ باری سے ایک بچہ شہید اور تین دیگر زخمی ہوگئے۔

5 ستمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے علاقہ قلعہ کدی خیل ملایان میں افغان فوج کے حملے میں پانچ بچے شہید اور دو خواتین زخمی ہوگئیں۔

5 ستمبر کو افغان فضائیہ نے صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے قلعہ بخاری کے علاقے میں ایک مسجد اور متعدد گھروں پر بمباری کی جس میں دو خواتین اور دس بچے زخمی ہوگئے، مسجد شہید، شہریوں کے چھ مکانات اور ایک دار الحفاظ تباہ ہوگئے۔

6 ستمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع کشک کوہنہ کے پرانے بازار کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک بچہ شہید اور ایک خاتون زخمی ہوگئی۔

7 ستمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے سیدان میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

9 ستمبر کو سیکورٹی فورسز نے صوبہ قندوز کے ضلع دشت ارچی کے گاؤں کمال پر مارٹر فائر کئے، جس کے نتیجے میں ایک خاتون سمیت 4 شہری شہید ہوگئے۔

9 ستمبر کو صوبہ قندھار کے ضلع شاولی کوٹ کے شاجوئی کے علاقے میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہوگیا۔

12 ستمبر کو صوبہ جوزجان کے ضلع منگجیک کے مرکز سے فائر کیے گئے میزائل سے ایک شہری شہید ہوا۔

12 ستمبر کو افغان فضائیہ نے صوبہ بغلان کے ضلع نہرین کے ارباب خیل اور دہمرداعلاقوں میں شہری آبادی پر بمباری کی جس کے نتیجے میں 11 شہری زخمی ہوگئے۔

12 ستمبر کو سفاک دشمن نے صوبہ لوگر کے دارالحکومت کے قریب پیار خیل گاؤں پر ڈرون حملہ کیا جس سے ایک مسجد کو نقصان پہنچا اور دو شہری شہید اور آٹھ دیگر زخمی ہوگئے۔

13 ستمبر کو صوبہ غور کے ضلع دولتیار کے علاقے گرم آبک میں افغان فضائیہ کی بمباری میں ایک بوڑھا شخص شہید ہوگیا۔

13 ستمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے مارک خیل کے علاقے میں افغان فضائیہ کی بمباری کے نتیجے میں تین شہری شہید ہوگئے۔

13 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع تالا برفک کے علاقے دشت لجام میں سرکاری فضائی حملے میں ایک مسجد اور متعدد گھروں کو نشانہ بنایا گیا، جس میں ایک شخص جاں بحق اور خواتین اور بچوں سمیت متعدد شہری زخمی ہوگئے۔

13 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع نہرین کے حافظ بچہ کے علاقے میں افغان فورسز کے حملے میں ایک مکان تباہ اور دو شہری شہید ہوگئے۔

13 ستمبر کو صوبہ غزنی کے دارالحکومت کے گاؤں قلعہ گچ میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے دو بچے شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

15 ستمبر کو سرکاری فوج نے صوبہ بغلان کے ضلع نہرین کے گاؤں ترہ

خیل میں رہائشی علاقے پر بمباری کی، جس سے ایک مسجد اور پانچ مکانات کو نقصان پہنچا۔

16 ستمبر کو افغان فضائیہ نے صوبہ زابل کے صدر مقام قلات کے قریب خواجوک گاؤں پر بمباری کی جس سے ایک مکان تباہ اور ایک بزرگ شہید ہوا۔

17 ستمبر کو صوبہ سمنگان کے ضلع خرم سارباغ میں سیکورٹی فورسز نے بابا قمبر مدرسے کے دو طلباء کو شہید کر دیا۔

18 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع برکی میں چپہ کے علاقے میں سیکورٹی فورسز نے عام شہریوں کے گھروں پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں تین شہری شہید اور آٹھ دیگر زخمی ہو گئے۔

18 ستمبر کو صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے علاقے نوشہر علیزئی میں سرکاری فضائی حملے میں دو شہری زخمی ہوئے۔

19 ستمبر کو کابل کے ضلع موسہی کے علاقے قاری آباد میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے چار خواتین شہید اور زخمی ہو گئیں۔

19 ستمبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع گردے سیڑی کے علاقے سواکی کنڈو میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید اور دو دیگر زخمی ہو گئے۔

19 ستمبر کو افغان فضائیہ نے صوبہ ہرات کے ضلع پشتون زرغون کے علاقے زمان آباد میں شہری آبادی پر بمباری کی، جس میں ایک خاتون شہید ہو گئی اور لوگوں کو بھاری مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

19 ستمبر کو سرکاری طیاروں نے صوبہ سمنگان کے ضلع درہ صوف کے مضافات میں رہائشی علاقے پر بمباری کی جس کے نتیجے میں 3 شہری شہید، کچھ دکانیں جل گئیں اور لوگوں کو بہت بڑا مالی نقصان پہنچا۔

19 ستمبر کو سیکورٹی فورسز نے صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے علاقے میں شہری آبادی پر حملہ کیا، عینی شاہدین کے مطابق اس حملے میں 23 شہری شہید اور 17 دیگر زخمی ہوئے۔

19 ستمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع گلران کے علاقے خواجہ بزرگ میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید ہو گیا۔

21 ستمبر کو صوبہ بدخشان کے ضلع راغستان کے علاقے کندریم میں سیکورٹی فورسز کی گولہ باری سے ایک شہری شہید ہوا، بڑی تعداد میں جانور ہلاک ہو گئے اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔

21 ستمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک کے گاؤں علی خیل میں سرکاری فوج کی بمباری سے ایک مسجد کو نقصان پہنچا۔

23 ستمبر کو صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے علاقے ہزارہ قشلاق میں سرکاری فوج کے فضائی حملے میں ایک ماں اور اس کے دو بچے شہید ہو گئے۔

26 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع دہنہ غوری کے گاؤں گایان میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں دو خواتین شہید اور تین بچے زخمی ہو گئے۔

26 ستمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع آب بند کے ژاندہ خیل کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہو گئے۔

27 ستمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے علاقے شوز کمپنی کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے چار خواتین شہید اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

27 ستمبر کو صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے چہارسنگ کے علاقے سمرقندیہ میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید ہو گئی۔

29 ستمبر کو صوبہ لغمان کے ضلع علینگار کے علاقے الوخیل میں افغان فورسز نے رہائشی علاقوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پانچ شہری زخمی ہوئے اور ایک اور خاتون اور دو بچے شہید ہو گئے۔

29 ستمبر کو سرکاری طیاروں نے صوبہ بلخ کے ضلع کشندہ کے علاقے کاشندہ بالا میں عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کی۔ اس بمباری میں دو شہری شہید اور ایک زخمی ہو گیا، اس کے علاوہ تین دکانیں بھی جل گئیں۔

29 ستمبر کو صوبہ بامیان کے علاقے باغک میں افغان فوجیوں نے عام شہریوں کے گھروں اور دکانوں سے قیمتی سامان لوٹ لیا اور پھر انہی دکانوں اور گھروں کو آگ لگا دی۔

ذرائع:

[بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسی، افغان ویب سائٹ، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیاء اور بینوا ویب سائٹس]

افغانستان ستمبر 2020 میں

احمد فارسی

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

ستمبر 2020 میں اہم واقعات رونما ہوئے، اس ماہ کے دوران مجاہدین نے متعدد اضلاع پر کنٹرول حاصل کرنے کے علاوہ عسکری محاذ پر اہم کامیابیاں حاصل کیں، نیز سیاسی محاذ پر بھی یہ مہینہ اہم رہا، ماہ ستمبر میں اہم واقعات اور پیشرفتوں کے حوالے سے درج ذیل سطور میں مزید تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

افغان فورسز کے نقصانات:

یکم ستمبر کو صوبہ تخار میں ایک فوجی ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا، اسی دن قندھار کے ضلع ارغستان کی قومی سلامتی کے ڈائریکٹر کو مجاہدین نے ہلاک کر دیا۔ 5 ستمبر کو صوبہ سمنگان میں دشمن کا ایک ڈرون طیارہ گر کر تباہ ہوا، اسی دن کابل شہر میں نامعلوم مسلح افراد نے کابل ایئرپورٹ کا کمانڈر بھی ہلاک کر دیا۔ 7 ستمبر کو صوبہ زابل کے ضلع شہر صفا کے پولیس چیف نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ دیا، اسی دن صوبہ قندوز میں مجاہدین نے دشمن کا ایک ڈرون طیارہ مار گرایا، اور صوبہ کنڑ کے ضلع غازی آباد کا سیکیورٹی انچارج مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں مارا گیا۔ 16 ستمبر کو کابل میں نامعلوم افراد نے این ڈی ایس کے ایک کمانڈر کو گولی مار کر ہلاک کر دیا، 19 ستمبر کو پکتیا کے صوبائی کونسل کے نائب سربراہ، پکتیکا کے محکمہ تحفظ کے سربراہ اور ضلع یوسف خیل ضلع کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کو ہلاک کر دیا گیا۔

24 ستمبر کو مجاہدین نے صوبہ بغلان میں فوجی کارروائی کے دوران وزارت دفاع کا ہیلی کاپٹر مار گرایا، 26 ستمبر کو صوبہ بدخشان میں ایک اربکی کمانڈر مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں مارا گیا۔ 28 ستمبر کو کابل انتظامیہ کے کمانڈوز نے کابل ایئرپورٹ کے ایک فوجی افسر کو اپنے گھر میں ہلاک کر دیا اور 30 ستمبر کو صوبہ بدخشاں کے ضلع کوہستان کا پولیس کمانڈر مارا گیا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

6 ستمبر کو کابل انتظامیہ کے طیاروں نے صوبہ فاریاب میں ایک مسجد اور ایک اسلامی مرکز پر بمباری کی، اسی دن صوبہ ننگرہار میں ایک خاندان کے 4 بچے سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے شہید ہوگئے۔ 8 ستمبر کو صوبہ قندوز میں مزید چار شہری دشمن کی فائرنگ سے شہید ہوگئے۔ 9 ستمبر کو سفاک دشمن نے صوبہ غزنی میں ایک دینی مدرسہ پر فضائی حملہ کیا۔ 11 ستمبر کو قابض افواج کے لڑاکا طیاروں نے عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کی جس سے کچھ لوگوں کو مالی اور جانی نقصان پہنچا۔ اگلے دن افغان فضائیہ نے صوبہ بغلان میں شہری آبادی پر شدید حملے کیے۔ 12 ستمبر کو دوحہ میں ہونے والے بین الافغان مذاکرات کی افتتاحی تقریب کے دن دشمن کے طیاروں نے صوبہ غزنی میں چار بچوں کو شہید کر دیا۔ 13 ستمبر کو قندھار اور بغلان صوبوں میں بھی دشمن نے شہری آبادی پر حملے کیے۔

19 ستمبر کو قندوز میں کابل انتظامیہ کے وحشیانہ حملے میں درجنوں شہری شہید اور زخمی ہوئے، اگلے روز صوبہ سمنگان میں تین شہری اور کابل میں دو خواتین شہید ہوئیں۔ 22 ستمبر کو صوبہ ننگرہار میں پولیس گاڑی کی ٹکر سے چار بچے شہید ہوگئے۔

مذکورہ بالا واقعات کابل انتظامیہ کی جانب سے مظلوم اور غریب عوام کے ساتھ ہونے والے مظالم کی ایک مثال ہیں، جب کہ نہتے شہریوں پر تشدد کے واقعات کی صحیح تعداد اور تفصیلات امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ میں متعلقہ موضوع پر خصوصی رپورٹ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونا:

امریکہ اور امارت اسلامیہ کے مابین امن معاہدے پر دستخط کے بعد کابل انتظامیہ کے اہل کاروں کی مجاہدین کی صف میں جوق در جوق شمولیت اور آئے روز ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے، اس طرح کی ایک مثال یہ ہے:

6 ستمبر کو امارت اسلامیہ نے ایک اعلامیہ جاری کیا کہ گذشتہ ایک ماہ کے دوران کابل انتظامیہ کے ایک ہزار سے زیادہ فوجیوں اور اہلکاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے، اسی دن صوبہ غزنی میں 6 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا۔ 11 ستمبر کو صوبہ نورستان میں 14 فوجی مجاہدین میں شامل ہوئے۔

15 ستمبر کو دشمن کے 61 فوجیوں نے صوبہ بلخ میں مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے، 17 ستمبر کو بدخشان اور بغلان صوبوں میں مزید 18 فوجی سرنڈر ہوئے، اگلے روز زابل اور بادغیس صوبوں میں مزید 20 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ 20 ستمبر کو صوبہ میدان وردگ اور صوبہ دایکنڈی میں اہل تشیع کے سینکڑوں افراد نے امارت اسلامیہ کی حمایت کا اعلان کر دیا، 23 ستمبر کو صوبہ بغلان میں 22 اہل کاروں اور صوبہ پکتیا میں 11 اہل کاروں نے امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی، 26 ستمبر کو صوبہ بدخشاں میں 63 فوجی اور اگلے روز پکتیا میں 8 فوجی مجاہدین میں شامل ہوئے۔ 29 ستمبر کو صوبہ بغلان میں 33 اور میدان وردگ میں 30 فوجی امارت اسلامیہ میں شامل ہوئے۔

الفتح آپریشن:

ماہ ستمبر میں مجاہدین نے کابل انتظامیہ کی فورسز پر سینکڑوں چھوٹے اور بڑے حملے کئے، مثلاً:

یکم ستمبر کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ پکتیا میں مرکزی سیکیورٹی سینٹر پر حملہ کیا، جس میں دشمن کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

7 ستمبر کو صوبہ غزنی میں مجاہدین کے حملے میں دشمن کے سات کمانڈوز ہلاک ہوئے۔

8 ستمبر کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اعلان کیا کہ انہوں نے صوبہ پنجشیر کے علاقے آبشار میں کابل انتظامیہ کی متعدد چوکیاں تباہ کر دی ہیں۔ اگلے روز مجاہدین نے صوبہ قندھار میں پولیس اسٹیشن پر بڑا حملہ کیا جس میں متعدد پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے۔

21 ستمبر کو مجاہدین نے صوبہ بامیان کے مختلف علاقوں میں بڑے حملے شروع کیے جن میں دشمن کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

27 ستمبر کو مجاہدین نے ایک بار پھر بامیان میں دشمن کی چوکیوں پر ہلاکت خیز حملے کئے جن میں درجنوں کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

30 ستمبر کو صوبہ بغلان کا ضلع فرنگ مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔

بین الافغان مذاکرات:

امارت اسلامیہ نے 5 ستمبر کو شیخ الحدیث مولوی عبد الحکیم حفظہ اللہ کو مذاکراتی ٹیم کا سربراہ مقرر کیا اور 12 ستمبر کو دوحہ میں بین الافغان مذاکرات شروع ہوئے جو تادم تحریر جاری ہیں۔

حملہ آوروں کی واپسی:

8 ستمبر کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ امریکی افواج نے صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کا ہوائی اڈہ خالی کر لیا۔

9 ستمبر کو ٹرمپ نے افغانستان میں اپنی فوجیں کم کرنے کے عزم کا اعادہ کیا۔

10 ستمبر کو کابل میں قابض فورسز کے اعلی کمانڈر نے اعلان کیا کہ وہ نومبر کے آغاز تک اپنی فوج کی تعداد کو کم کر کے 4500 کر دیں گے۔

11 ستمبر کو امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے کہا کہ اگر طالبان اپنے وعدے پر عمل کرتے ہیں تو وہ اپنی تمام فوجیں افغانستان سے واپس بلائیں گے اور 14 ستمبر کو کروشین فوجیں افغانستان سے نکل گئیں۔

ستمبر 2020ء میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنبیوں کے ہلاک	اجنبیوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	145				230	179	60	8	8	2
2-	ہلمند	307				426	380	84	13	29	1
3-	زابل	74				108	19	10		1	
4-	روزگان	40				72	32	4	5	6	
5-	ہرات	133				201	175	60	7	12	1
6-	فراہ	43				52	65	24	8	16	
7-	بادغیس	60				66	102	21	8	16	
8-	نیمروز	24				36	11	6		3	
9-	غور	18				28	45	11	5	8	
10-	فاریاب	41				52	60	11	6	5	
11-	کونڑ	51				32	55	3			
12-	نورستان	5				2	10	2			
13-	غزنی	76				161	47	27			
14-	خوست	37				58	45	7			
15-	میدان وردگ	79				117	51	17			
16-	لوگر	122				304	162	49			
17-	کاپیسا	26				49	23	2	1		
18-	پکتیا	107				146	106	37			
19-	پکتیکا	32				54	35	10			
20-	ننگرہار	61				268	153	40			
21-	لغمان	36				33	23	9			
22-	کابل	52				49	43	15			
23-	پروان	23				38	23	6			
24-	قندوز	52				128	59	14			
25-	بغلان	57				116	98	21			
26-	تخار	14				39	41	10			
27-	سمنگان	12				34	23	2			
28-	بدخشان	20				30	37				
29-	جوزجان	28				28	38	3			
30-	بلخ	109				190	146	30			
31-	بامیان	7				16	31	11			
32-	سرپل	25				30	23	7	1	2	
33-	دائی کنڈی	8				69	46	1	2	2	
34-	پنجشیر	3				5		1			
مجموعہ		1927			1	3267	2386	615	64	108	4

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

تعلیم اور تربیت زندگی کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔
نئی نسل اور نوجوان طبقہ علم ودانش کے زیور سے خود کو آراستہ کرے۔
علم کے حصول کی جانب متوجہ رہے اور اپنا قیمی وقت ضائع نہ کرے۔

ملک کے ہر حصے تک تعلیمی سہولیات پہنچانا ہمارے اہم ترین اہداف میں سے ہے۔ اسی لیے امارتِ اسلامیہ کے ذمہ داران اور مجاہدین کو ہدایات دی گئی ہیں کہ عوام کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے شعبے پر بہت توجہ دیں۔ تعلیمی مراکز، مدارس اور سکولوں کی تعمیر کے شعبے میں راہ ہموار کریں اور مکمل تعاون کریں۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine